فلک تنویر

urdushehar.com

سُرخ

''یہ تمہارے دادا کی آخری خواہش تھی۔''

دادی کے کمرے کی کھڑکی کھلی تھی اور اس کے پار شام پگھل کر رات میں ڈھل رہی تھی۔ کمرے میں دوائیوں اور گولیوں کی ایک چبھتی سی خوشبو چکراتی پھر رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی تک دادا' اپنی چترالی شال کو کندھوں پر جمائے' دادی کے ساتھ بیٹھے ہوں اور ان کی پرسوچ نظریں جیسے ابھی تک سب کو دیکھ رہی ہوں۔

دادی نے یہ کہا اور پھر سفید لیس والے دوپٹے کے پلو کو منہ پر رکھ کر رو پڑیں۔ تایا فوراً اپنی نشست سے اٹھے اور ان کو گلے لگایا۔

''لیکن خالہ؟'' دستور کی بیوی' حبیبہ ہلکی سی متوحش ہو کر بولیں۔ ''بچوں سے پوچھ لیتے پہلے.....''

''کیا پوچھنا بچوں سے؟ دیکھے بھالے ہیں سب۔'' دادی کی جگہ تایا بول پڑے۔ ان کا لہجہ صاف اس فیصلے کے اقرار میں تھا۔

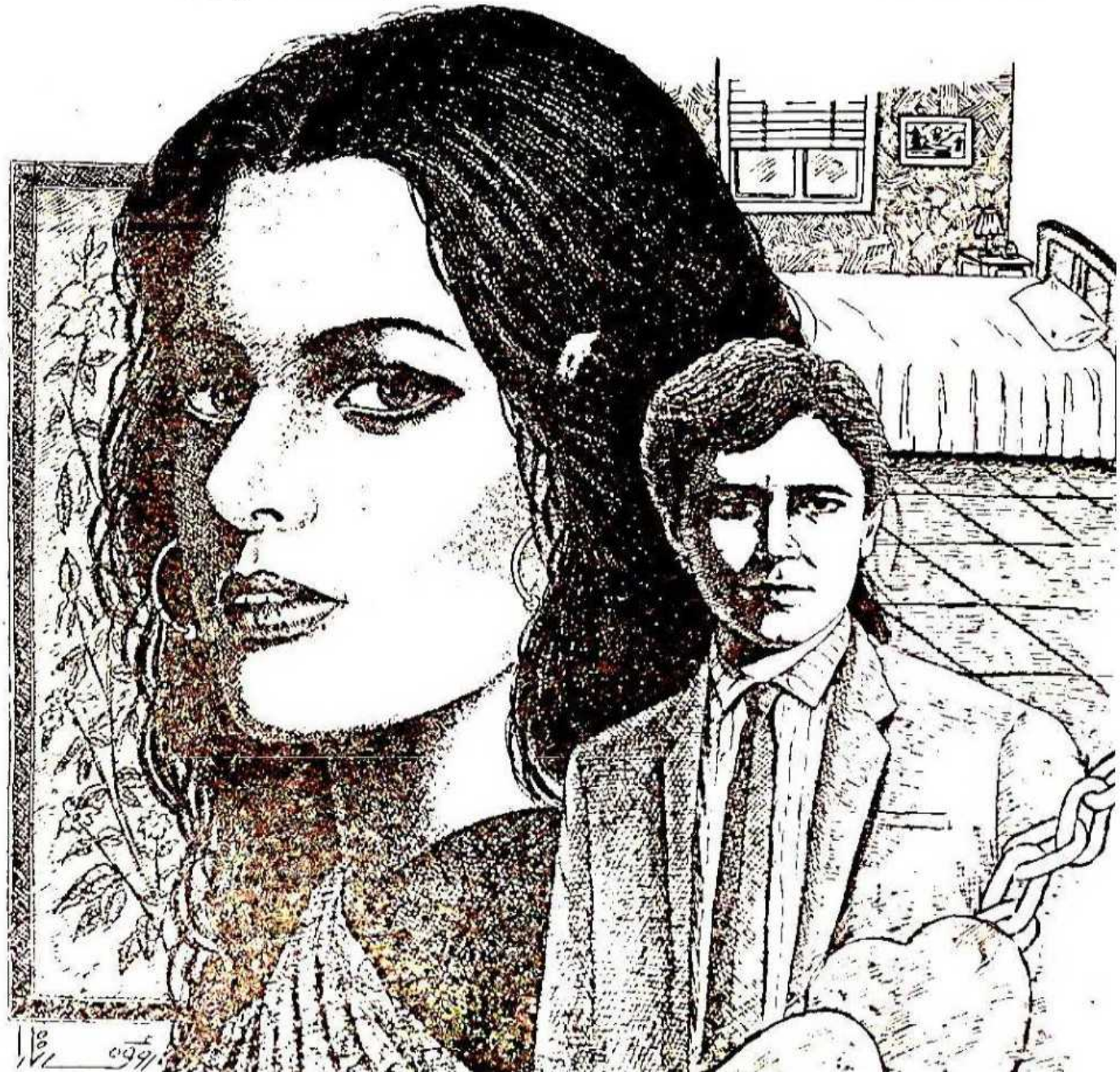

"مرے باپ کی آخری خواہش کی لاج نہیں رکھو گے تم، دستور؟" دادی نے منہ سے پلو ہٹا کر دستور سے پوچھا جو کہ صوفے پر ایسے گم صم سے بیٹھے تھے جیسے ان کو خبر ہی نہیں تھی کہ اس کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اماں، آپ کو قبول ہے یہ رشتہ تو مجھے بھی قبول ہے۔ آپ کی رضا میں میری رضا۔" یہ کہہ کر انہوں نے پھر سے پر سوچ نظریں نیچے قالین پر جمائیں۔

اپنے شوہر کو اپنی ماں کی رضا میں راضی دیکھتے حبیبہ بھی خاموش ہو گئیں۔ لیکن ان کا دل اندیشوں میں گھر گیا۔ دادا کا چالیسواں ختم ہوا تھا اور ان کی یہ خواہش تھی کہ مزید کے دونوں بیٹے (سبکتین اور حمزہ) کے رشتے دستور کی بیٹیوں (امایہ اور شفق) سے ہوں۔

حبیبہ کو ذاتی طور پر اس رشتے سے کوئی اختلاف نہ تھا بس وہ امایہ کی ضدی اور ہٹ دھرم فطرت کی وجہ سے فکر مند تھیں۔

اور ان کی فکر مندی تب دو چند ہوئی، جب دوپہر کو کالج سے لوٹتے انہوں نے امایہ اور شفق کو بٹھا

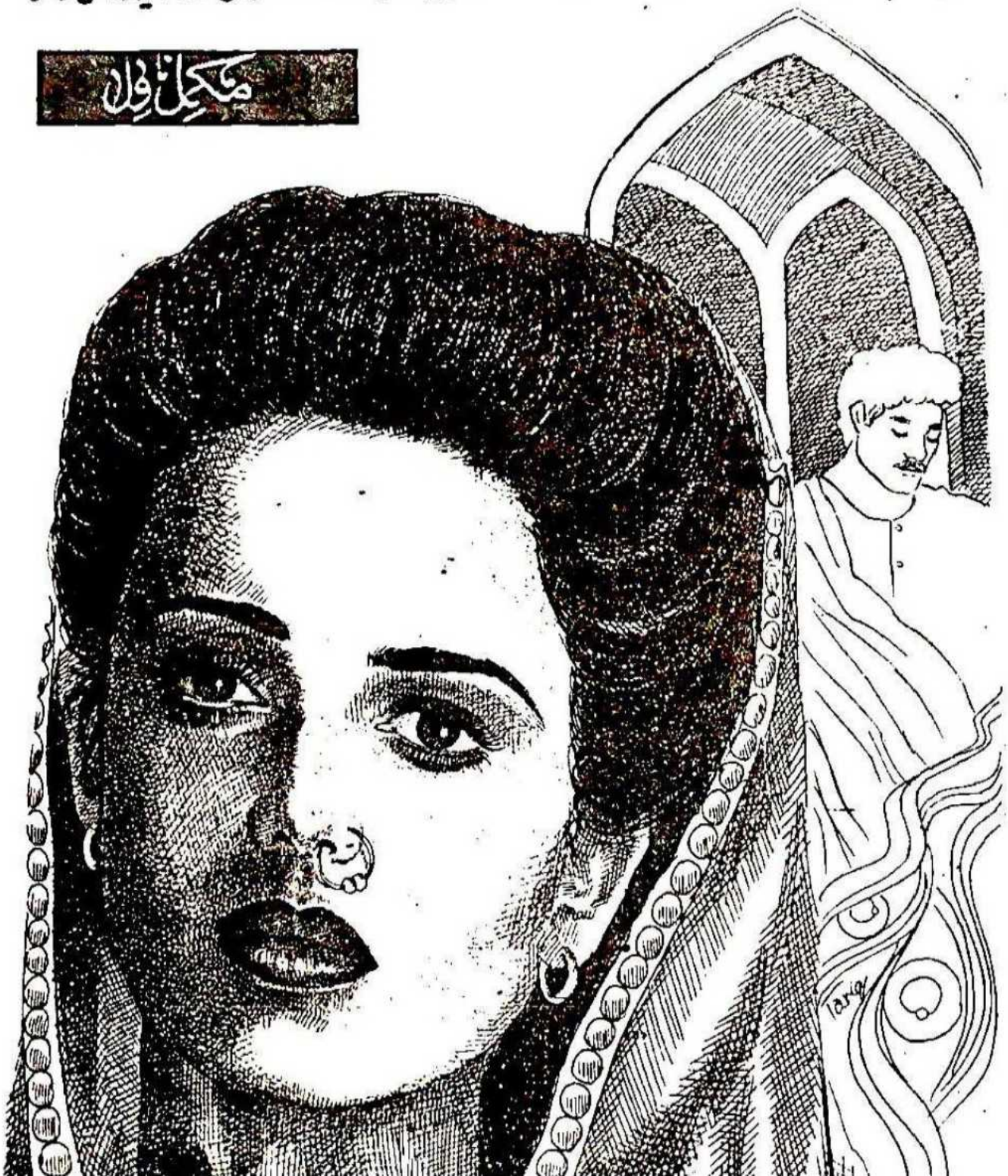

کرنرمی سے پوری بات بتادی، کہ ان کا رشتہ اس کے باپ نے طے کردیا۔ شفق ابھی آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی' خاموش رہی..... البتہ اس کا دودھیا چہرہ سنتے ہی گلابی سا پڑ گیا تھا۔

''کیا مطلب رشتہ طے کردیا؟'' امایہ جو بریانی پر جھکی تھی' چمچہ پلیٹ میں پٹخ کر فوراً اٹھی۔

''آرام سے بولو' اندر خالہ (دادی) نماز پڑھ رہی ہیں۔'' حبیبہ نے اس کو ٹوکا لیکن ان کی 'وارننگ' اگلے ہی لمحے ہوا میں تحلیل ہوئی۔

دادی جریب ٹیکتے ہوئے باہر نکل رہی تھیں اور امایہ ان کو دیکھ کر ہی بولی تھی۔

''مجھے نہیں کرنی سبگتین سے شادی.....!''

صاف' دوٹوک اٹل لہجہ..... ''بنا میری مرضی جانے' مجھ سے پوچھے بغیر میرا رشتہ کردیا۔ ہونہہ!''

دادی جو اپنے تخت کی جانب بڑھ رہی تھیں' رکیں۔ ''اور کیا ہے تمہاری مرضی؟''

حبیبہ امایہ کو کہنی سے پکڑ کر ''چپ کر جاؤ'' کہتے اندر لے جانا چاہ رہی تھیں لیکن امایہ نے یہ ان کا ہاتھ کہنی سے ہٹایا۔

''اپنی مرضی سے شادی کروں گی دادی..... شہزادہ ہو یا پھر کسی مزار پر بیٹھا جوگی لیکن کروں گی اپنی مرضی سے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنی پلیٹ اٹھا کر جانے لگی تھی۔ اس کا انداز و لہجہ اتنا شانت تھا کہ دادی کو تو مانو آگ ہی لگ گئی جب بھی وہ طنز کرتی یا کسی کو جواب دیتی تو اتنے شانت لہجے میں بولتی کہ سامنے والا جل کر بھسم ہو جاتا۔

''دادی تخت پر بیٹھ کر غصے سے تھر تھر کانپنے لگیں۔ ان کی آواز لرز رہی تھی۔

''اس لڑکی کے دیدوں کا تو پانی ہی سوکھ گیا بھئی۔ اپنے لیے خصم ڈھونڈیں گی اب یہ۔ مرے دادا کی خواہش کا بھی احترام نہیں۔''

''دادی! وہ زمانے گئے جب بستر مرگ پر لیٹے بزرگ اپنے بچوں کے نکاح پڑھوا کر ابدی نیند سو جاتے تھے۔ یہ فارمولا مجھے ویسے بھی نہیں پسند کہ جاتے جاتے دوسروں کی زندگی حرام کرتے جاؤ۔ میرا صاف انکار ہے امی۔'' وہی پرسکون اور آگ لگانے والا لہجہ۔

''اگلے اتوار نکاح ہے تمہارا' میں بھی دیکھتی ہوں کیسے یہ منہ پھٹ لڑکی انکار کرے گی۔'' دادی سخت اور اٹل لہجے میں بولیں۔

حبیبہ متوحش نظروں سے امایہ کو دیکھنے لگیں۔

''تین بار' قبول ہے' کہتے ہیں ناں نکاح میں..... میں چھ بار 'انکار ہے' کہوں گی۔'' وہ دادی کو مزید غصہ دلا کر اور امی کو مزید پریشان کر کے اندر چلی گئی۔ اس کے پیچھے ابھی تک خاموش بیٹھی شفق بھی چل دی تھی۔

''کیا برائی ہے سبگتین میں؟'' امی اس کے پیچھے کمرے میں آگئیں اور بے بسی بھرے غصے میں پوچھنے لگیں۔ جب وہ بولی تو امی اور شفق کا چہرہ حیرت زدہ ہو گیا۔

''نام..... اس کا نام ہی نہیں پسند مجھے۔ سبگتین! سولہویں صدی کا نام۔ سبگتین' جبین' ماہ جبین..... ہونہہ.....!''

☆☆☆

سہ پہر کو یونی ورسٹی سے آنے کے بعد ایک گھنٹہ قیلولہ لے کر وہ اب شام کی نماز کے لیے اٹھا تھا۔ باہر لاؤنج میں سے پھپھو کی آواز آرہی تھی۔ دادا کے چالیسویں کی سہ پہر ہی وہ اپنے گھر چلی گئی تھیں اور آج پھر سے آگئی تھیں جب انہوں نے اس ''ہنگامی رشتوں'' کی بابت سنا۔ حیران و پریشان ہو گئیں۔

''ایسی بھی کیا آفتاد آن پڑی تھی' رعنا!'' وہ غصے بھری ناراضی سے کہتے ہوئے آخر میں رو پڑیں۔ ''ابھی تو ابا کی قبر کی مٹی بھی نہیں سوکھی ہوگی۔ اور یہاں شہنائیاں بجنے لگی ہیں۔''

انہیں غصہ اس بات کا نہیں تھا کہ ان کے باپ کے چالیسویں پر ہی بچوں کی بات پکی ہو گئی بلکہ ان کا

سارا غم تو اپنی بیٹی وشمہ کا سبکتگین سے رشتہ نہ ہونے پر تھا..... اپنا میکہ چھوٹنے پر تھا۔ تائی ان کی بات کی گہرائی میں کب کی پہنچ چکی تھیں۔ انہیں خود بھی اس رشتے پر اعتراض تھا۔

باہر سے آوازیں اب مدھم ہونے لگیں۔ اب وہ لیپ ٹاپ پر اپنے فیملی البمز کھولے بیٹھا تھا۔ لیکن دراصل اس البم کا ٹائٹل فیملی البم نہیں" امایہ دستور البم" ہونا چاہیے تھا کیونکہ تقریباً ہر تصویر اس کی تھی اور ہر تصویر سے یادوں کی سرگوشیاں آرہی تھیں۔

"ایک تو اتنا بڑا اور مشکل نام..... سبکتگین..... آ آ..... دیکھو بولتے ہوئے میرا تو منہ ٹیڑھا ہوگیا۔"

ایک تصویر میں امایہ منہ کو دائیں جانب سکیڑ کر یہ کہہ رہی تھی اور کسی نے اس کی تصویر کھینچی تھی۔ منہ بنائے امایہ کو وہ منہ پر ہاتھ رکھے ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کیمرے کی فلیش کی چمک تھی یا پھر امایہ کو دیکھتے ہوئے روشنیاں اڈ رہی تھیں۔ سوال مشکل تھا لیکن جواب آسان.....! وہ امایہ کے کارن ہی تھا۔

اس نے دوسری تصویر پر کلک کی..... سیاہ چیلم پہنے، نیچے جھکی امایہ جو ایک ہاتھ سے سینڈل کی اسٹریپ باندھ رہی تھی اور دوسرے ہاتھ سے چہرے پر گرتی لٹ کو دائیں کان کے پیچھے اڑس رہی تھی۔ سبکتگین نے دیکھا کہ اس کے گرد سحر کا دائرہ بنا تھا..... وہ بھید بھری ساحرہ تھی۔ اس نے دل سے اعتراف کیا تھا۔

اس نے یہ بھی اعتراف کیا کہ اس پر امایہ کا سحر ہوگیا تھا۔ اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تھا کہ کہیں امایہ کے لیے اس کے دل میں کچھ تھا یا نہیں..... جلد ہی اس کو مایوسی ہوئی کیونکہ..... اس کے دل میں 'امایہ' کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں..... وہ ساحرہ، وہ قابض امایہ دستور.....!!

☆☆☆

امایہ دستور..... اگر وہ ساحرہ تھی، تو سب اس کے سحر سے کسی نہ کسی حد تک خوف زدہ ضرور تھے۔

ابھی یوں اچانک اس کے رشتے کی بات پر اور دستور کے فوراً اقرار پر حبیبہ اندر ہی اندر خوف زدہ ہو چکی تھیں۔

وہ انتہائی ضدی تھی اور ہٹ دھرم بھی..... پہلے پہل تو امی کو اس کی ضد اور ہٹ دھرمی سے کچھ مسئلہ نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئی۔ اس کی ہٹ دھرمی، ضد جنونیت کی حدوں کو چھونے لگی تھی۔ پہلے وہ کھلونے پر ضد کرتی تھی، جو باربی ڈول اس کے پاس ہوتی تھی وہ کسی اور کے ہاتھ میں دیکھتی تو اس کو سخت غصہ آتا یا تو اپنی باربی ڈول توڑ دیتی یا اس انسان کی۔

یہ جاتی بہار کے دن تھے، جب بھور سے، ہلکی سی سردی ہوتی اور رات کو پنکھے چلا کر کمبل اوڑھ کر سوتے تھے۔ امایہ سات سال کی تھی۔ شفق چار سال کی تھی تب امی سہ پہر کو شفق اور اس کو لے کر پارک جایا کرتی تھیں۔ ویک اینڈ پر بابا بھی ساتھ ہوتے تھے لیکن اس دن بابا امایہ اور شفق کو نئی باربی ڈولز دلوا کر اپنے دوستوں کی طرف نکل گئے۔ شفق کی باربی ڈول پنک کلر میں تھی۔

"مجھے یہ والی دو۔" وہ شفق کے ہاتھ سے باربی ڈول چھین کر اپنی والی پکڑا کر مسکراتی اس سے کھیلنے لگی شفق دھاڑے مار مار کر رونے لگی۔

"امایہ بیٹا، بہن کو اس کی ڈول دو۔ تمہارے بابا تمہیں نئی....." حبیبہ اس کو پیار سے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں لیکن امایہ نے ان کی بات بیچ میں کاٹی۔

"نہیں..... یہ میری ہے....." اس کا انداز اٹل تھا اور ہونٹوں پر تھمتی کچھ پالینے کے بعد کی مسکراہٹ۔

"ضد مت کرو امایہ۔ وہ رو رہی ہے دیکھو۔ بابا آئیں گے تو میں ان سے کہہ دوں گی کہ وہ ہو بہو تمہیں ایسی ڈول لا کر دیں۔ اب تم پلیز۔" امی نے منت بھرے لہجے میں کہا۔ ان کو خود بھی اپنے آپ پر حیرت ہوئی کہ وہ اس بالشت بھر لڑکی کی خوشامد کیوں

کر رہی ہیں۔

لیکن امایہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، وہی مسکراہٹ..... ہٹ دھرمی کی، ضد کی۔

جب تک وہ لوگ گھر نہیں لوٹے، شفق روتی رہی۔ رات کو بابا نے شفق کو وہی باربی ڈول لاکر دی۔ اگلی صبح ایک بار پھر شفق رو رہی تھی۔ امی جب حیرت سے کچن سے نکلیں تو شفق کی نئی ڈول وہاں ٹکڑے ٹکڑے پڑی تھی اور شفق اس کو اٹھائے رو رہی تھی۔ امی کا پارہ چڑھا اور امایہ کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟"

امایہ نے جواب تو نہیں دیا لیکن حبیبہ سمجھ گئی تھیں کہ امایہ نے کیوں کیا تھا ایسا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے جیسی ڈول کسی اور اس کے پاس بھی ہو۔ حبیبہ جو امایہ کے اس رویے کو بچپنا سمجھتی تھیں۔ رفتہ رفتہ ان پر یہ عقدہ بھی کھلا کہ وہ بچپنا نہیں اس کی فطرت تھی۔

امایہ کو جو چیز پسند آتی وہ اس پر اپنا حق سمجھتی تھی۔ یوں جیسے کسی اور نے ہاتھ لگایا تو مانو اس انسان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ گھر میں اگر اس کی فیورٹ ڈش بنتی تو وہ اس صرف اور صرف اس کے لیے بنتی تھی کیونکہ وہ کسی کو کھانے نہیں دیتی تھی۔ اگر حبیبہ اس کے اور شفق کے سوٹس ایک ساتھ لاتیں تو جو سوٹ شفق پسند کرتی ..... وہی سوٹ وہ اس کو لینے نہیں دیتی تھی۔ حبیبہ اس سے ناک تک عاجز تھیں۔

بچپن میں کھلونوں کے بعد اس کے فیورٹ بابا یعنی دستور صاحب تھے۔ آفس سے تھکے ہارے آتے تو امایہ ان کے پاس سے نہیں ہٹتی۔ ان سے باتیں کرتی ان کے ساتھ ٹی وی دیکھتی، باہر جاتی اور گیمز کھیلتی۔ شفق اور اس کے بیچ ایک عجیب سی دوری تھی۔ شاید شفق اس سے ڈرتی تھی۔ ایک دن جب وہ اسکول سے لوٹی تو دستور صاحب شفق کو آئس کریم کھلانے گئے ہوئے تھے۔ امایہ نے چار دن تک بات نہیں کی تھی اور بھوک ہڑتال بھی کی تھی۔ نتیجتاً وہ بیمار پڑ گئی تھی اور دستور صاحب ایک عجیب گلٹ کا شکار رہے تھے۔

حبیبہ تب ہی جان گئی تھیں کہ یہ اس کا بچپنا نہیں بلکہ فطرت ہے۔ ان کا یقین مزید پختہ ہوا جب ایک دن ان کو امایہ کے اسکول سے پرنسپل کی کال آئی تھی۔ پرنسپل کا لہجہ غصیلا تھا۔ وہ بھاگم بھاگ اسکول گئی تھیں کیونکہ امایہ نے ایک بچی کو بہت مارا تھا، وہ زخمی ہو گئی تھی۔

پرنسپل کے آفس میں کھڑی امایہ کو دیکھ کر انہوں نے اپنا غصہ دبایا تھا۔ امایہ بالکل بھی شرمندہ نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ایک اور بچی بھی کھڑی تھی۔ جس کے چہرے پر زخم کے نشان اور ہاتھ پر بینڈیج لگی بندھی تھی۔ ساتھ میں اس کی ماں بھی بیٹھی تھیں جن کے چہرے پر غصہ اور نظریں طنزیہ تھیں۔

"آپ کی بیٹی نے سیما....." قریب کھڑی بچی کی طرف اشارہ کیا۔ "سے لڑائی کی ہے اور اس کو مارا پیٹا ہے۔ ہمارا اسکول دنگا فساد کو قطعاً برداشت نہیں کرتا اور اس قسم کے واقعات کو بھی۔ وہ تو کینٹین کی خالہ نے دیکھ لیا ورنہ پتا نہیں اور کتنا تشدد کرتی اس؟" پرنسپل کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔

"کیوں مارا ہے میری بیٹی کو..... پوچھیں اپنی بیٹی سے۔" وہ خاتون مڑ کر اب حبیبہ سے سختی سے پوچھ رہی تھیں۔

"دیکھیں بہن، میں آپ سے معافی مانگتی ہوں اس کے بعد ایسا نہیں ہوگا۔" حبیبہ نے بڑی لجاجت سے کہا تھا۔

"بالکل، اس کے بعد ایسا نہیں ہوگا کیونکہ ایسا میں کرنے نہیں دوں گی۔ مسز خورشید، آپ اس لڑکی کو ابھی کے ابھی نکال باہر کریں۔" اس بچی کی ماں نے غصے سے کہا تھا۔

پھر ایک تقریباً ایک گھنٹے کی طویل بات چیت کے بعد امایہ کی سوری قبول کروائی گئی اور اس کو ایکسپیل ہونے سے بچایا ورنہ پرنسپل کسی صورت اس کو اپنے اسکول میں رکھنے پر رضامند نہیں تھیں۔

گھر آکر حبیبہ نے اس کو خاموشی سے اپنے

کمرے لے جا کر پوچھا۔ ”کیوں مارا تھا تم نے؟“ ان کی آواز دھیمی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ دادی کو اس سارے واقعے کا علم ہو۔ پھر بات ورنہ تائی اور پھوپھو کے گھر تک پہنچ جاتی۔ وہ ہمیشہ اس کی غلطیوں کو دستور صاحب تک نہیں جانے دیتی تھیں اور خود ہی سنبھال لیا کرتی تھیں۔

”وہ میری دوست پری کے ساتھ باتیں کرتی تھی۔ پری بھی اس کی دوست بن گئی تھی جبکہ پری صرف میری دوست ہے۔ اپنے علاوہ پری سے کسی کو دوستی نہیں کرنے دوں گی۔ ایک بار آرام سے منع کیا تھا سیما کو لیکن وہ نہیں مانی تو.....“ امایہ نے لاپروائی سے کندھے اچکائے تھے۔

پہلی بار حبیبہ کی گردن میں سردی لہر دوڑی تھی۔

☆☆☆

امایہ دستور جتنی تیز طرار اور منہ پھٹ گھر کی عورتوں کے لیے تھی اتنی ہی معصوم گھر کے مردوں کے لیے..... اس کی فطرت اگر گرگٹ تھی تو وہ اپنے ہر رنگ کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا بھی جانتی تھی۔

اس وقت معصومیت اور مظلومیت کا لبادہ اوڑھے، اپنی کانچ سی بھوری آنکھوں میں آنسو بھرے وہ اپنے بابا کے قدموں میں بیٹھی تھی۔ ٹیبل پر ابو کے لیے قہوہ رکھتے ہوئے حبیبہ کے دل کو معاً کچھ ہوا۔ دور بیٹھی شفق اپنی دوست سے مانگے رومانٹک انگلش ناول پر کور چڑھائے، اپنی مسکراہٹ دبائے پڑھ رہی تھی کہ ایسے میں اس کو کتاب میں بک مارک رکھنی پڑی..... امایہ کا ناٹک شو شروع ہونے کو تھا۔

”بابا! مجھے ابھی نکاح نہیں کرنا..... ابھی تو میرے سیکنڈ ائیر کے ایگزام بھی نہیں ہوئے اور آپ مجھے ابھی سے بیڑیاں پہنا رہے ہیں۔“ رندھی آواز میں بولتی امایہ اپنے باپ کا دل پگھلا چکی تھی۔

”بیٹا! نکاح کو یوں بیڑیوں سے تشبیہہ نہیں دیتے..... یہ سنت ہے!“ اگرچہ دستور صاحب کا دل پگھل چکا تھا لیکن ان کو امایہ کی تشبیہہ ناگوار گزری۔

”لیکن بابا.....“ اس کی ہچکی سی بندھ گئی۔ ”آپ تو کہتے تھے کہ آپ اپنی بیٹیوں کو اعلا تعلیم دلائیں گے۔“

شفق نے اس کی بات پر ہنسی دبا کر پہلو بدلا تھا۔ تعلیم کی بات وہ تو ایسے کہہ رہی تھی کہ جیسے اس کو بہت شوق ہو پڑھنے کا..... اگرچہ وہ پڑھائی بہت اسمارٹ تھی۔ ہمیشہ پیپر سے ایک دن پہلے ہی وہ پڑھ کر اے پلس لیتی تھی لیکن یہ اس کی ذہانت تھی، اس کا شوق نہیں.....

”تم وہاں بھی پڑھ سکتی ہو..... کوئی تم پر پابندی نہیں لگائے گا.....“ امی بولیں۔ ”اور کون سا تمہاری کل شادی ہو رہی ہے۔ اتنی جلدی تو شادی ہونے سے رہی۔“

”آپ کو تائی کا نہیں پتا؟ حوریہ اور سنبل کی شادیاں ہو چکی ہیں..... جیسے ہی سبکتگین کی گریجویشن مکمل ہوگی، اسی وقت وہ شادی کی تاریخ مانگیں گی۔ اور اس کے گریجویشن میں کتنے سال رہ گئے؟ محض دو سال۔“ وہ ایسے بول رہی تھی کہ جیسے پورا حساب کتاب کر کے بیٹھی ہے۔

ابو نے گردن موڑ کر پاس کھڑی امی کے ساتھ نظروں کا تبادلہ کیا۔ امی بے بس سی کھڑی رہیں، وہ تو خود اس حق میں نہیں تھیں کہ ان کی بچیوں کے ابھی سے نکاح کر دیے جائیں۔

”چلو میں اماں اور بھائی سے کہوں گا کہ نکاح نہ کریں، منگنی کی ایک چھوٹی سی تقریب رکھ لیں۔“ یہ کہہ کر انہوں نے قہوے کا فنجان اٹھانا چاہا کہ امایہ ہتھیلی سے منہ پونچھتی اچھل کر کھڑی ہوئی اور باپ کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

”آپ دنیا کے سب سے بیسٹ بابا ہیں۔“ وہ کھلکھلا کر کہہ رہی تھی۔ پاس کھڑی امی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ عود آئی۔

”بس بس، اب مسکا لگانا بند کرو۔“ بابا نے مصنوعی ناگواری سے کہہ کر اس کے ہاتھ ہٹائے تھے۔ امایہ مسکراتی اپنے اور شفق کے مشترکہ کمرے میں

چلی گئی۔ اس کو جاتا دیکھ کر شفق بھی اس کے پیچھے ہولی۔

"کتنی چالاک ہو تم امایہ۔" اندر کمرے میں آتے ہی شفق طنزاً کہا۔

شفق اس کی تعریف کر رہی تھی یا طنز..... امایہ کو ذرا پروا نہیں تھی۔ ہنستی امایہ نے اپنی اور سوالیہ نظروں سے دیکھتی چھوٹی بہن کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ایسے....." یہ کہہ کر امایہ ہنسی اور متحیر بہن کے تاثرات سے حظ اٹھاتی ہنستی ہی چلی گئی۔

☆☆☆

نومبر کے اوائل دن تھا۔ گجر دم اتنی سردی ہوتی کہ مانو جسم کے ہر مسام میں خون جم جائے گا۔ تایا کے نسبت ان کے پورشن میں دھوپ خوب پڑتی تھی۔

باہر تخت پر بیٹھی دادی نے دیکھا کہ اپنے کمرے سے امایہ باہر نکل رہی تھی۔ یوں تو دادی ہار چکی تھیں کہ اتوار کو منگنی کی ایک چھوٹی سی تقریب ہی ہو پائی تھی۔ پھپھو نے تو خوب دادی کے کان بھرے کہ یہ سب حبیبہ کا کیا دھرا ہے' دستور کے کان بھرے ہوں گے۔ لیکن دادی جانتی تھیں کہ اس کے پیچھے امایہ ہی تھی۔

شفق حسب معمول دھوپ میں بیٹھی ناول پڑھ رہی تھی کہ ایسے میں پیچھے امی نے اس کے ہاتھ سے کتاب کھینچی۔

"سارا دن ناولز پڑھتی رہتی ہو تم۔ نصابی کتابیں کھولتے تو موت پڑتی ہے اور کچن میں جاتے ہی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ آج سے تم میرے ساتھ کچن میں میری مدد کرو گی۔"

حبیبہ سنا تو شفق کو رہی تھیں مگر ان اک ہدف امایہ تھی۔

"ارے حبیبہ! اس بے لگام گھوڑی کو لگام ڈالو ناں..... کیوں اس بے چاری پر سارا غصہ اتار رہی ہو۔ سارا دن تو یہ نونیاں کانوں میں ڈالے بیٹھی ہوتی ہے۔ نا اللہ کا خوف ہوتا ہے کہ اذان کے وقت تھوڑا کانوں سے نکال کر اذان کے احترام میں گانے بند کر دیں۔" دادی بات مکمل کر 'استغفر اللہ' کہہ کر پھر سے تسبیح پڑھنے لگیں۔

امی نے ایک بے بس سی نگاہ امایہ پر ڈالی جو مسکراہٹ چہرے پر سجائے ہنوز ٹک ٹک کرتی موبائل میں لگی تھی۔

"خالہ! آپ ہی سمجھائیں اس کو' میری کہاں سنتی ہے یہ نا ہنجار!"

"نہ بابا نہ!" دادی نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "اپنی عزت پیاری ہے مجھے۔"

حبیبہ چونکہ جانتی تھیں کہ ان کی بیٹی تھی ہی ایسی ضدی اور ہٹ دھرم۔ سو انہوں نے بے بسی سے شفق کو کہنی سے پکڑا اور کچن میں لے گئیں۔

امایہ بے شک منہ پھٹ اور بدتمیز تھی..... مگر اللہ نے اس کو بہت سی خوبیاں بھی عطا کی تھیں۔ حسن تو تھا ہی' ہاتھ میں ذائقہ بھی خوب تھا۔ جو کھانا بنانا ہوتا یوٹیوب کھول لیتی یا کسی ویب سائٹ پر ریسپی دیکھ کر پہلی بار ہی ایسا کھانا بناتی کہ سب اپنی انگلیاں چاٹ لیتے۔

"آج سے کچن کا شعبہ امایہ کا.....!" اس کے ہاتھ کے بنے کالی پلاؤ اور دم پخت کھاتے ابو نے کہا تھا۔

"نہیں ابو! یہ تو بس آپ کے منہ کا ذائقہ بدلنے کے خاطر پکایا تھا۔" امایہ کا لہجہ صاف انکاری تھا۔

"ان ہرے ہرے نوٹوں کے لیے تھا یہ۔" حسب معمول' اس کے رگ رگ سے واقف شفق نے اس کا پردہ فاش کرنا چاہا تھا لیکن اس کی بات ہمیشہ ان سنی کر دی جاتی تھی۔ جب جب امایہ منظر میں ہوتی تھی وہ کہیں پس منظر میں چلی جاتی تھی۔

شام کو تائی دادی کا حال پوچھنے آئیں تو وہ سو رہی تھی۔

"شام تک کون سی لڑکیاں ایسے سوتی رہتی ہیں

۔" انہوں نے دبے دبے الفاظ میں اپنی ناگواری کا اظہار دادی کے سامنے ہی کیا۔ لیکن دادی لاکھ امایہ کے خلاف سہی' لیکن ان موقعوں میں وہ اپنی جہاندیدگی کا خوب استعمال کرتی تھیں۔

"صبح سے بخار میں تپتی رہی ہے بے چاری۔"

اندر آتے ہوئے حبیبہ نے مشکرانہ نظروں سے دادی کو دیکھا۔ ان کے پیچھے ہی شفق ہاتھ میں چائے بمع لوازمات کے داخل ہوئی۔ شفق تائی کو سلام کر کے پھر سے واپس چلی گئی۔ پھر تائی کے رخصت ہونے تک امایہ تائی کو سلام کرنے نہیں آئی۔

گھر آتے ہی سنبل (بیٹی) سے فون پر کہا۔

"رنگ و روپ کا کیا..... جب اخلاق کا صفحہ ہی کورا ہو۔"

☆☆☆

سبکتگین کا فائنل ایئر شروع ہو چکا تھا۔ شام کے اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا' لیپ ٹاپ کھولے کل کی پریزینٹیشن کے لیے سلائیڈز بنا رہا تھا۔ کہ ایسے میں ہاتھ کا بنی شفق داخل ہوئی۔

"امایہ بلا رہی ہے آپ کو۔"

سبکتگین نے پوچھنا چاہا کہ کیوں بلا رہی ہے لیکن موقع غنیمت جان لیپ ٹاپ بند کر دیا اور کہا۔

"میں چینج کر کے آتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد جب وہ دونوں پورشن کے بیچ لان میں پہنچا تو تک سک سی تیار چہرے پر ناگواری لیے اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اس کو انتظار کرنا نہیں پسند تھا۔

"کیوں بلا رہی تھیں؟" وہ پوچھ ایسے رہا تھا کہ جیسے آ کر اس پر بہت بڑا احسان کیا ہو۔

"ایک تو اتنی دیر بعد آئے ہو اور اوپر سے اکڑ بھی دکھا رہے ہو....." اس کے دونوں ابرو سکڑ کر' آپس میں ملنے لگے۔

"پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ہیں۔" سبکتگین نے مصنوعی ناگواری سے کہا۔ "جانا کہاں ہے؟"

"گول گپے کھانے....." امایہ کہہ کر آگے جانے لگی۔

"گول گپے؟" وہ تقریباً چیخا تھا۔ ایسے اچانک ہنگامی بلاوا بھیج کر' وہ گول گپے کھانے جا رہی تھی۔ اس کو لگا شاید وہ مذاق کر رہی ہے۔

"ہاں گول گپے کھانے....." اس کو بھسم کرنے والی نظروں سے دیکھا۔ "تم اگر ہمیں نہیں لے جا رہے تو ہم رائیڈ بک کر لیتے ہیں۔"

"ہم" پر سبکتگین کے ابرو سوالیہ اٹھے۔

"ہم سے مراد یعنی میں....." اپنی طرف اشارہ کر کے شفق نے کہا تھا۔

وہ تھوڑا جز بز کھڑا رہا تو شفق اس کا چہرہ پڑھتے بولی۔

"اجازت لے کر جا رہے ہیں سبکتگین بھائی۔" اس کی خوشی کو فت میں تبدیل ہو گئی۔

چار و ناچار اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے برابر بیٹھی امایہ سارے راستے موبائل میں لگی ہوئی تھی۔ پچھلے سیٹ پر بیٹھی شفق اس کا دماغ کھا رہی تھی۔

"آپ کا آخری سمسٹر کب شروع ہو گا؟"

"آگے کیا ارادہ ہے' سبکتگین بھائی؟"

"مجھے کون سی فیلڈ چوز کرنا چاہیے۔ میرا دل تو انگلش لٹریچر کی طرف ہے۔"

جب وہ لوگ گول گپے کے ریڑھی تک پہنچے تو امایہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ بچوں کی طرح' آنکھیں میچتی اور چٹخارے بھرتی گول گپے کھا رہی تھی اور وہ یک ٹک اس کو دیکھ رہا تھا۔ خود اذیتی کی سیڑھیاں چڑھتا' وہ اس یک طرفہ محبت کے سلو پوائزن کی وجہ سے تباہ ہونے والا تھا۔

یک طرفہ محبت بھی کتنی بے حس ہوتی ہے' ایسے بندے سے ہو جاتی ہے جو نہ تو اس محبت کی قدر کرتا ہے اور نہ ہی پروا..... جوتے کے نوک پر رکھتا ہے وہ محبت کو..... دنیا کے سب سے بدترین زہروں میں سے ایک، یک طرفہ محبت بھی ہے۔ جس کا تریاق موت ہے۔

دفعتاً امایہ کھانسنے لگی اور کھانستی ہی چلی گئی۔ اس نے فوراً سے بیشتر پانی کا گلاس اس کو دیا۔ پانی غٹاغٹ پینے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اور چہرہ لال ہو رہا تھا۔

''لگا دی ناں نظر' سبکتگین بھائی..... آپ کی تو نظریں ہی نہیں ہٹ رہی تھیں۔'' شفق مسکراہٹ دبائے' شرارت سے گویا ہوئی۔ اس کی بات پر سبکتگین مسکرایا۔

اصولاً ان کو گھر لوٹنا تھا لیکن امایہ کی مسکراتی آنکھوں کی چمک کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

''آئس کریم کھانے چلیں؟'' وہ اس کی محبت کو جوتے کی نوک پر رکھنے والی' مسکرا کر اس سے پوچھ رہی تھی۔ مان جانے کے علاوہ اس کے پاس آپشن ہی کہاں تھا۔

☆☆☆

امایہ کو سبکتگین کی محبت کی قدر نہیں تھی اور جب سے منگنی ہوئی تھی' تب سے وہ اس کو زچ کرنے اور اس کی بے عزتی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ سبکتگین کے ماموں کی شادی تھی' امی تائی لوگوں کے ساتھ جا چکی تھیں۔ وہ حوریہ' شفق' امایہ اور سنبل کے ساتھ جانے والا تھا۔ حوریہ' سنبل اور شفق کے باہمی مشاورات کے ساتھ یہ طے پایا کہ فرنٹ سیٹ امایہ کے لیے خالی چھوڑ دی جائے۔

پورے سفر کے دوران پیچھے سے کھی کھی کی آوازیں آ رہی تھیں' سبکتگین خاموش تھا اور امایہ..... وہ ایسے انجان بیٹھی تھی کہ جیسے گاڑی میں تو اس کے علاوہ کوئی بیٹھا تھا ہی نہیں۔

''سبکتگین بھائی' کوئی پیارا سا گانا تو لگایے گا۔'' شفق نے کہا

''جگجیت سنگھ کی غزل نہیں..... عاطف اسلم.....'' حوریہ کھلکھلائی۔

''ٹیلر سوئفٹ کے لگایے گا۔'' شفق شرارت سے بولی۔

ان کی بات سنتے ہی امایہ نے ایئر پوڈز لگا لیے۔ پیچھے بیٹھی تینوں کی ساری ایکسائٹمنٹ ہوا ہوئی۔ وہ تو خاموش سبکتگین کو گانوں کے ذریعے اظہار محبت کا موقع فراہم کر رہی تھیں۔ امایہ کے ایئر پوڈز لگانے پر سبکتگین کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ ایسے میں ہال پہنچ گئے۔ امایہ فوراً اتری تھی' پیچھے سے حوریہ نے سبکتگین کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

''ساری لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں شادی سے پہلے۔ بلاوجہ کے نخرے دکھاتی ہیں۔ شادی کے بعد خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔''

اس نے کچھ نہیں کہا اور ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نیچے اتر گیا۔

پوری شادی میں دلہن سے زیادہ 'رعنا کی بہو' کا ذکر چلتا رہا۔ سب رعنا کی بہو کے حسن کی تعریفوں میں رطب اللسان تھے۔ رعنا مسکراتیں' میکے میں ایسی تعریفیں ویسے بھی سر فخر سے بلند کروا دیتی ہیں۔

امایہ کے نیٹ کے دوپٹے سے اس کے لمبے بال خوب دکھائی دے رہے تھے۔ سبکتگین اپنی خالہ کے ساتھ کھڑا تھا اور اس کی نظر بھی.....

''اتنے گھنے لمبے بال تو ٹی وی کے شیمپو ایڈز میں بھی نہیں ہوتے.....'' اس کی خالہ کہہ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں خوب ستائش تھی۔

''سبکتگین کو لڑکیوں کے لمبے بال پسند ہیں اور ہماری امایہ تو سبکتگین کی ہر بات کا مان رکھتی ہے۔ اسی کے لیے اس نے اتنے لمبے بال کیے ہیں۔'' تائی شیخی بگھار رہی تھیں۔ خالہ اور باقی لوگ مزید متاثر نظر آ رہے تھے۔ اسی وقت امایہ بھی ان کے پاس سے گزری تو خالہ نے روک لیا۔

''سبکتگین کتنا خوش قسمت ہے تم جیسی منگیتر ملی ہے۔ رعنا باجی کہہ رہی تھیں کہ یہ بال بھی سبکتگین کے کہنے پر بڑھائے ہیں تم نے.....''

اس نے سبکتگین کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ''جی جی'' کہا۔

ولیمے والے دن وہ ہال میں داخل ہوئی' پورا ہال مانو گردن گھما کر اس کو دیکھ رہا تھا۔ خالہ کا منہ

حیرت سے کھلا ہوا تھا اور باقی سب کانوں میں کھسر پھسر کر رہی تھیں۔ تائی کا چہرہ متغیر ہوا تھا۔

اس نے اپنے لمبے بال کندھوں تک لیئرز میں کاٹے تھے اور دونوں طرف بالوں کا چھوٹا سا حصہ گلابی رنگ میں ڈائی کروایا تھا۔ اس نے بالوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کے قریب پہنچ کر ان کو سلام کیا۔

ان کی طرف آتے سبکتگین کے چہرہ اہانت سے متغیر ہوا۔ وہ فوراً مڑ گیا۔

☆☆☆

اس نے یونی ورسٹی میں سائیکولوجی لی تھی۔ پہلے وہ شفق کے ساتھ جاتی تھی کیونکہ شفق کا اسکول اور اس کا کالج ساتھ ساتھ تھا لیکن اب یونی ورسٹی جوائن کرنے کے بعد وہ شروع میں تو وین میں جاتی تھی لیکن جلد ہی ناجیہ اس کی دوست بن گئی۔ ناجیہ اس کو گھر سے پک بھی کرتی اور ڈراپ بھی۔ شروعات میں ابو کو ناگوار گزرا لیکن بعد میں ناجیہ کے ابو ان کے جاننے والے نکلے تو ان کو بھی تسلی ہوگئی۔

اس کی ناجیہ سے خوب بنتی تھی۔ وہ امیر تھی اور آزاد خیال بھی۔ اس کا لبرل پن اس کو پسند تھا۔ اس کا فیشن سینس، اس کی کلاس..... سب..... جیہ کو اس کا بولڈ اور کانفیڈنٹ ہونا پسند تھا۔ ایک تو بلا کی نڈر تھی، بقول اس کے کسی کے باپ سے نہیں ڈرتی تھی۔ ناپسندیدہ بات کو برداشت کرنا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

وہ تیار ہی کھڑی، لان میں بے چینی سے ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ ایسے میں مخصوص ہارن بجا اور فوراً سے پیشتر وہ گیٹ کی جانب بھاگی۔

''کیسی رہی تمہاری ڈیٹ۔'' گاڑی کے اندر بیٹھتے ہی وہ بے صبری سے استفسار کر رہی تھی۔

''بہت ناخوش گوار۔ اتنا کوئی بورنگ انسان تھا اور انتہائی انٹروورٹ۔ آج کل پتا نہیں لوگ ٹیکسٹ تو ایسے کرتے ہیں جیسے ان کے بولنے، پہننے کا انداز سب سے یونیک ہوگا۔ لیکن ان پر سن حد سے زیادہ سوشلی آکورڈ لوگ۔ آئی ہیٹ آن لائن ڈیٹنگ یار!'' جیہ کے چہرے ناگواری کے کئی رنگ تھے، امایہ کی مایوس نظروں سے سوال اخذ کرتی وہ بولی۔ ''اور ہینڈسم بھی نہیں تھا، فوٹوز میں پتا نہیں کیوں اچھا لگتا تھا۔''

''چلو مٹی ڈالو۔'' اس کی ساری ایکسائٹمنٹ ہوا ہوئی۔ ''ہماری قسمت میں بھی ایک بورنگ انسان لکھا ہے۔''

''یہ کزنز میرج تو پاکستان کا یونیورسل ایشو ہے۔'' جیہ ہنسی تھی۔ ''ویسے منگنی ہوئی ہے ناں، کوئی ہینڈسم پرنس چارمنگ ملے تو توڑ دینا منگنی۔'' وہ ایسے کہہ رہی تھی، جیسے منگنی نا ہوئی کوئی کانچ کا گلاس ہو جو ہلکے سے جھٹکے کی مار ہو.....

''انکار تو میں ویسے بھی کروں گی۔ کوئی مجھ پر زبردستی کے فیصلے مسلط نہیں کر سکتا۔'' اس کا لہجہ اتنا اٹل تھا کہ ایک لمحے کے لیے تو جیہ بھی ٹھٹک گئی۔

''تو پھر کہہ دو نا..... کہ مجھے نہیں کرنی اس مسٹر بورنگ سے شادی۔'' جیہ نے اس مشکل فیصلے کا آسان حل بتایا تھا۔

''کوئی بھی نہیں مان رہا۔ بابا کو میں نے نکاح سے روک تو دیا تھا، لیکن وہ شادی سے انکار پر نہیں مانیں گے۔ انہوں نے باپ کی خواہش کی پاسداری بھی کرنی ہے، اور اپنی زبان کی بھی.....''

''تو تم کیا کرو گی اب؟''

''مناسب موقع اور وقت کا انتظار۔ جب مجھے میرا آئیڈیل ملے تو میں کوئی اسٹیپ اٹھاؤں گی۔''

''اور تمہارا آئیڈیل لڑکا کون ہے؟''

''میرا آئیڈیل'..... ایک ایسا انسان جو مجھے پہلی نظر میں دل دے بیٹھے۔ یہ بہت عرصہ ایک ساتھ رہنے کے بعد محبت پنپنے والا کانسپٹ کافی اولڈ اسکول ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی مجھ سے ٹکرائے اور اس کو مجھ سے اسی سے محبت ہو جائے..... دھواں دار قسم کی محبت.....!''

''یو نو میں بہت جذباتی ہوں۔ شدت پسند بھی کہہ سکتی ہو۔ مجھے ہر جذبے میں شدت اٹریکٹ کرتی

ہے۔ محبت ہو تو دھواں دار ہو۔ راستے میں کئی رکاوٹیں ہو تو اس کو پار کیا جائے۔ شدت..... کے لیے ہر حد کو کراس کا یجائی محبت ہو تو.....''

جیہ ایڈمنسٹریشن کسی کام کے سلسلے آئی ہوئی تھی اپنا پیک پیک اور جنرل اس کو تھما کر وہ آفس میں گھس گئی تھی۔ وہ باہر اس کا انتظار کرنے لگی۔ ایسے میں کوئی میسج ٹائپ کرتے ہوئے' اس سے ٹکرایا تھا۔ اس لڑکے ہاتھ سے موبائل گرا تھا اور اس کے ہاتھ سے کتابیں..... لڑکا سوری کہتا جھکا اور وہ اس کو سناتے ہوئے نیچے جھکی تھی۔

لڑکا اپنے ٹوٹے موبائل کے بجائے اس کی کتابیں اٹھا رہا تھا..... معاً لڑکے نے غصہ سے لال ہوتی امایہ کو دیکھا تھا۔ اسی وقت جیہ بھی باہر نکلی تو وہ فوراً کتابیں سمیٹ کر جانے لگی۔ اس نے پیچھے مڑ کر یہ تک نہیں دیکھا کہ اس لڑکے کے ہاتھ میں اس کی کتاب ابھی تک تھی۔

لڑکا بت بنا اس کو جاتا دیکھتا رہا.....

☆☆☆

ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں جیہ سرما کی دھوپ میں بیٹھے ہوئے مالٹے کھا رہی تھیں۔ سامنے ایک لڑکوں کا گروپ کھڑا تھا۔ اس گروپ میں ایک لڑکا کافی نمایاں تھا۔ اونچا قد' فلفی بال' بلیک لیدر جیکٹ..... وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لیے تو اس کو نظر انداز کیا لیکن جب اس کے ''گھورنے کا مشغلہ تھما نہیں..... تو اس نے جیہ سے کہا۔

''یہ لڑکا کافی سے سے گھورے جا رہا ہے' audacity (دیدہ دلیری) تو دیکھو.....'' بظاہر وہ ناگواری سے بولی تھی لیکن اس کو برا تو قطعاً نہیں لگا تھا' یہ تو طے تھا۔

اس کی نظروں کی تقلید میں' جیہ نے دیکھا اور اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''ارے یہ تو آئی آر کا سلیبرٹی ہے..... موسٹ ہینڈسم..... ارحم کبیر۔''

''ہونہہ..... سلیبرٹی..... شکل دیکھی ہے؟'' ناک سکیڑ کر اس نے' موسٹ ہینڈسم کی نظروں سے نظریں ملائی تھیں۔ اس بار وہ مسکرایا تھا اور اس کی مسکراہٹ دیکھتے ہی اس کے چیلے بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے تھے۔

''شکل تو اچھی ہے اس کے پاس۔ ویسے پیسہ بھی ہے۔'' جیہ بھی اس کے ساتھ' اس گیم میں شریک تھی۔ اس کی انفارمیشن پر ناگواری سے امایہ اس کی جانب مڑی تھی۔ اس کی آنکھیں تپش اگل رہی تھی۔

''اور میں تو ہوں ہی' گولڈ ڈگر (پیسوں پر مرنے والی) ناں..... ابھی جا کر اس کو پھنسا کر اس سے شادی کر لوں گی۔'' اس کے انداز میں صاف خفگی تھی۔

جیہ کا چہرہ فوراً سے پیشتر متغیر سا ہوا۔ امایہ اٹھی تو جیہ بھی تقلید میں اٹھی اور اس کو پکارتی اس کے پیچھے ہو لی۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا' امایہ..... میں تو بس ایسے ہی بتا رہی تھی۔''

تمہیں پتا ہے مجھے رومانٹک کہانیوں میں کون سی کہانی سب سے زیادہ پسند ہے؟..... رومیو اور جولیٹ..... وہ ٹریجڈی ہے' مانتی ہوں۔ لیکن مجھے رومیو کا یوں اس کی بالکنی تک آنا۔ اتنے خطروں کے باوجود' فیسیفٹ کرتا ہے۔ میں بھی ایسا ہی ایک رومیو چاہتی ہوں' جو میرے کمرے کی کھڑکی کے سامنے مجھ سے ملنے آیا کرے۔''

''تم چاہتی ہو کہ تمہاری لو اسٹوری کا انجام بھی ٹریجک ہو؟'' جیہ کا نے حیرت سے سوال کیا۔

''نہیں..... میں اپنی لو اسٹوری کا انجام خود لکھوں گی۔'' اس کا اٹل لہجہ۔

☆☆☆

کیفے میں ایسا سحر انگیز ماحول تھا۔ ہلکی سی ڈم لائیٹنگ اور بیک گراؤنڈ میں بجتا ایک رومانٹک گانا۔ اس کی برتھ ڈے تھی تو جیہ اس کو سلیبریٹ کرنے اس کو اس کیفے میں لے کر آئی تھی۔ اس نے ایک مہنگے

کیک کا آڈر دیا تھا۔

ایسے میں ایک لمبے قد کا ویٹر' کیک لے کر آ گیا ۔اس کے پیچھے ایک اور ویٹر کافی کے دو کپ لیے آیا۔ لمبے قد والے ویٹر نے پہلے کیک رکھا اور پھر دوسرے ویٹر سے کافی کا کپ لے کر عین امایہ کے سامنے رکھا ۔امایہ نے حیرت سے کپ کے نیچے رکھے ٹشو کو دیکھا اور پھر نظر اٹھا کر مڑتے' ماسک پہنے لمبے قد والے ویٹر کو.....

اس نے فوراً ٹشو اٹھایا.....اس پر لکھا تھا:

''جنم دن مبارک !.....پی ۔ایس : میں سیریل کلر نہیں ہوں۔

اگلے ہی پل اس کا چہرہ متحیر ہوا اور جیہ گہری مسکراہٹ سے اس کو دیکھتی جا رہی تھی۔اس نے یعنی ارحم کبیر نے ویٹر بن کر اس تک اپنا پیغام پہنچایا تھا۔ 'ہاؤ اولڈ اسکول' بٹ 'ہاؤ رومانٹک'.....!!۔وہ مسکرانا چاہ کر بھی نہیں مسکرائی۔

معاً وہ اٹھی اور اس کے پیچھے لپکی ہی تھی کہ جیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔''بعد میں پوچھتے ہیں ناں۔'' جب بعد میں بل نہ ملنے پر وہ کاؤنٹر پہنچی تو اس کو کہا گیا.....''آپ کا بل ادا کیا جا چکا ہے' مادام!''

☆☆☆

حمزہ تین مہینے بعد ہوسٹل سے آیا تھا۔اس کے لیے امی نے ڈنر کا اہتمام کیا تھا۔کچن میں امی کے ساتھ لگی شفق کے چہرے پر سے مسکراہٹ ہٹ ہی نہیں رہی تھی ۔وہ جتنے رومانٹک ناولز پڑھتی تھی اس سے کئی گنا وہ شرمیلے مزاج کی تھی۔اس کی یونی بھی اگلے ماہ سے شروع ہونے والی تھی۔

''خوشبو تو بہت اچھی آ رہی ہے۔'' چاچی جیبہ کو کچن میں غیر حاضر پاتے ہی' وہ فوراً کچن میں جھانکنے لگا۔بریانی کے سامنے کھڑی شفق کے چہرے پر شفق کی لالیاں اڈنے لگیں۔

''تم ایسے شرما رہی ہو جیسے بچپن میں تو ہم کبھی ساتھ کھیلے نہیں ہیں ناں۔'' اس نے گلہ کیا یا یاد دلانا چاہا' جو بھی تھا شفق کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل تھیں۔

''اگر تمہاری زبان کو کوئی مسئلہ ہے تو یقین مانو میرے ایک دوست کے فادر بہت نامور ڈاکٹر ہیں' ڈاکٹر رضوی.....کہو تو اپائنٹ لے دوں؟ دوست ہونے کی وجہ سے میرے اچھے خاصے وی آئی پی پر وٹوکولز ہیں۔'' حمزہ کے اترا کر کہنے پر شفق بے ساختہ ہنس پڑی حمزہ معاً برا مان گیا۔

''کہیں یہ مذاق لگ رہا ہے؟''

شفق نے شرارتاً اثبات میں سر ہلایا حمزہ جواباً کچھ بولنے والا ہی تھا کہ عین اس سے جیبہ آ گئیں۔

''ارے حمزہ! تم کب آئے۔'' جیبہ فرط جذبات استفسار کر رہی تھیں۔

''ابھی آیا ہوں چاچی۔میں سمجھا' آپ کچن میں ہوں گی تو سلام کرنے آیا تھا مجھے نہیں پتا تھا گھر کے ''باقی'' افراد بھی اتنے سگھڑ ہو چکے ہیں۔'' اس نے صاف شفق کو سنانا چاہا تھا۔

''باقی کہاں.....صرف شفق اتنی سگھڑ ہے کہ جب سے کھانا پکانا سیکھا ہے کچن کا شعبہ وہی سنبھالتی ہے۔'' جیبہ مسکرائیں۔شفق کے لیے اب ان کا دل مطمئن تھا۔وہ گھر ہستی والی' فرمان بردار بیٹی تھی۔وہ مانتی تھیں کہ امایہ کے بگاڑ میں ان کی بے جا شفقت و نرمی کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔

''اب تو خدا ہی حافظ ہے ڈنر کا۔'' حمزہ نے دل میں دہائی دی تھی۔

لیکن یہ دہائی' ستائش میں تب بدلی جب کھانا سرو کیا گیا تھا۔ہر چیز نفاست سے سرو کی گئی سارے ڈنر کے درمیان وہ اس کو رفتہ رفتہ دیکھتا رہا لیکن وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔

ڈنر کے بعد دادی کے پاس وہ کچھ دیر بیٹھا رہا .....جب جانے لگا تو وہ اوپر بالکنی میں کھڑی تھی ۔اس نے اشارہ کیا کہ موبائل چیک کرے۔شفق نے موبائل کھولا تو اس کا ٹیکسٹ جگمگا رہا تھا۔

''کھانا لذیذ تھا.....روایتی مشرقی مرد ہوں' میرے دل کا راستہ بھی معدے سے ہو کر جاتا ہے اور اس دل پر تم ویسے بھی قابض ہو چکی ہو.....!''

عجیب اظہار محبت تھا..... وہ مسکرائی تھی۔ معاً اس کی مسکراہٹ تھمی' وہ ہنوز نیچے کھڑا' سر اٹھائے اس کو مسکراتا دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ لال ہوا اور فوراً سے پیشتر مڑی تھی۔

☆☆☆

رات کے اس وقت کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم روشنی تھی۔ امایہ چھت کی سیلنگ پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ معاً چھت کی سیلنگ میں منظر ابھرنے لگے۔ ایک اس کا اور ایک.....

ارحم اپنی گاڑی کے قریب کھڑا تھا۔ آج اس نے بلیو جینز پر وائٹ پلین شرٹ پر براؤن سوئٹر پہن رکھا تھا۔ شرٹ تھوڑا سا سوئٹر کے نیچے نکلا ہوا تھا۔ وہی اس کے فلفی بال۔ وہ غصے سے نتھنے پھلائے' اس کی جانب بڑھی۔

''چاہتے کیا ہو؟ مجھے فالو کیوں کر رہے ہو؟''

اس کے قریب پہنچ کر اس نے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں انگارے سلگ رہے تھے اور نظریں تو مانو کسی تیر کی طرح اس کے چہرے پر گاڑھی تھیں۔ امایہ نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں شہد آگیں تھیں اور سورج کی روشنی میں چمک کر اور بھی خوب صورت دکھ رہی تھیں۔

''اور ان حرکتوں سے کیا معنی اخذ کروں میں؟''

''کن حرکتوں سے؟'' وہ اس کے غصیلے انداز سے حظ اٹھا کر پوچھ رہا تھا۔

''یہی کیفے آکر کیک دینا اور پھر اس کا بل بھی پے کرنا' یونی ورسٹی کے کیفے ٹیریا کے چاچا کو کہنا کہ اس کے لیے سروس فری ہوگی اور.....'' وہ اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے چند لمحے رکی تھی۔ ''ہر روز میری کلاس میں میرے لیے گفٹس رکھنا..... یہ چھچھورپن کس لیے؟''

''کیوں آپ کو نہیں پتا یہ کس کے لیے ہیں؟'' آنکھیں ترچھی کر کے اس نے پوچھا۔

اس کے سوال پر وہ جز بز ہوئی۔

''آئندہ ایسی حرکتیں نہیں ہونی چاہییں۔'' لیکن اس کے لہجہ میں وہ سختی نہیں تھی جو ہونی چاہیے تھی۔ خود کو کمزور پڑتا دیکھ کر وہ فوراً وہاں سے جانے لگی۔

''پہلی نظر میں محبت ہوگئی تھی آپ سے.....''

اس کے گمبھیر اعتراف پر اس کے قدم زنجیر ہوئے اور چہرہ ایک دم بلش کر گیا۔ وہ جتنا بھی خود کو سخت دکھانا چاہ رہی تھی' اندر وہ اتنی ہی پگھل چکی تھی۔

''یہ اعتراف محبت میں ایسے تو نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن.....'' وہ بولتا ہوا اس کے سامنے آیا تھا۔ ''اس دن آپ کتاب لینا بھول گئی تھیں' بس یہ کتاب دینی تھی آپ کو۔''

وہ اس کو کتاب پیش کر رہا تھا..... اور اس کے ہاتھ لمحے بھر کے لیے لرزے تھے۔

چھت پر یہ منظر تحلیل ہوا اور اس کی آنکھوں میں سما گیا..... وہ فوراً اٹھی تھی اور اپنے بیگ سے وہ کتاب نکالنے لگی تھی۔ پہلے صفحے پر ہی اس کا نمبر تھا۔ اس نے فوراً موبائل اٹھا کر میسج کیا۔

''یہ ایک اور چھچھوری حرکت.....!''

اس کی آنکھیں اب ہمہ وقت مسکراتی تھیں اور گھر میں وہ کسی سے خاص بات بھی نہیں کرتی تھی۔ شروع میں ارحم اور اس کی زیادہ باتیں چیٹنگ پر ہوتی تھی۔ یہ باتیں چیٹنگ سے ''کال'' پر آگئیں اور پھر روبرو.....!

اس کا یہ بدلا رویہ آہستہ آہستہ سب پر آشکار ہونا شروع ہوا۔ دادی کے روزانہ کے طعنے اور حبیبہ کی بے بس ڈانٹ پھٹکار، وہ کسی کو خاطر نہیں لا رہی تھی۔

اس دن ناشتے پر بیٹھی وہ مسلسل موبائل میں گھسی ہوئی تھی۔

''امایہ! یہ کیا تم ہر وقت موبائل میں لگی رہتی ہو۔ جگہ دیکھتی ہو اور نہ موقع محل.....'' پہلی بار بابا کو یہ انداز کھلا تھا اور نا چاہتے ہوئے بھی ان کی آواز میں سختی در آئی تھی۔

اس نے فوراً سے پیشتر موبائل بند کیا لیکن اس

نے ''سوری'' نہیں کہا تھا اور نہ ہی اس کے چہرے پر شرمندگی کا کوئی شائبہ تھا۔

اس کے بدلتے رویے کے پیچھے وجہ شفق جانتی تھی، کیا چل رہا تھا۔ رات کو وہ دیر تک کسی سے باتیں تو کرتی تھی اور وہ اس کی سہیلی قطعاً نہیں تھی۔ شفق کو اس بات پر پکا یقین تھا۔ جاسوسی کرنے کی یا سن گن لینے کی اس کی عادت نہیں تھی۔ رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھلتی تو موبائل کی روشنی میں امایہ کا چہرہ دمک رہا ہوتا..... وہ چیٹنگ کرتے مسکرائے جاتی۔ یا پھر بالکنی سے دبی دبی آوازیں آتیں..... وہ کوفت سے کروٹ بدل لیتی۔

اور امایہ کو اپنے بدلتے رویے کا ذرا سا بھی احساس نہیں تھا۔ وہ ایک الگ دنیا کی باسی بن چکی تھی۔ جہاں کا دروازہ ایک ایسے جہاں میں کھلتا تھا۔ جہاں اس کے سپنے پھولوں کی صورت اگتے تھے اور وہ روزانہ انہیں پیار سے سینچتی تھی۔

وہ دروازہ اس کی محبت تھی اور وہ جہاں اس کا ارحم۔

ارحم کے ساتھ اس کا زیادہ وقت بیتنے لگا۔ اس کی دن میں تین کلاسز ہوتی تھیں۔ تین میں ایک بنک کر کے وہ اور ارحم یونی ورسٹی کی سینٹرل لائبریری میں اسٹیڈی روم میں بیٹھ کر باتیں کرتے، گانے سنتے، یا سائیکولوجی اور آئی آر کے دو ڈیپارٹمنٹس کے بیچ لان میں بیٹھتے۔

اس دن جب وہ یونی آئی، پہلی کلاس لے کر دوسری کلاس بنک کرنے کا سوچ چکی تھی۔

''جیہ تم میری پراکسی لگا دینا۔'' وہ جیہ کے کان میں گھسی اس کو بتا رہی تھی، پھر رکی اور مسکرا کر اس کو دیکھا۔ جیہ اس کی مسکراہٹ کا مفہوم جان کر آنکھیں دکھانے لگی۔

''تم آفیشلی ڈیٹ پر جا رہی ہو؟'' جیہ معنی خیز نظروں سے اس کو دیکھتی پوچھ رہی تھی۔

''آفیشلی نہیں..... بس ایسے ہی لنچ کرنے جا رہے ہیں۔''

معاً اس کا فون بجا اور اس نے میسج دیکھا اور فوراً اٹھی۔ ''سی یو۔''

وہ ارحم کے ڈیپارٹمنٹ پہنچی مسکراتی آگے بڑھ رہی تھی کہ ارحم کو دیکھ کر اس کے قدم سست پڑنے لگے اور چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئیں۔ ایسے جیسے کسی نے اس کی آنکھوں میں انگارے انڈیل دیے ہو۔ وہ آتشی نظروں سے سامنے ارحم کو دیکھ رہی تھی، جس کے ساتھ ایک لڑکی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ وہ وہیں کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔ ایسے میں ارحم نے اس کو دیکھا اور نظروں کے اشارے سے ''آئی ایم کمنگ'' کہا وہ غصے میں وہاں کھڑی انتظار کرتی رہی۔

جب وہ اس لڑکی کو ہائے کہہ کر مسکراتا ہوا آ رہا تھا اس کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھ کر اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

''کون تھی؟'' اس کے آتے ہی امایہ کا پہلا سوال غصے سے بھرا یہ تھا۔

''کون؟ وہ..... حرا تھی۔ میری کلاس فیلو اور فیملی فرینڈ۔'' اس نے جواب دیا تھا۔

''کلاس فیلو اینڈ فیملی فرینڈ۔ ہم۔'' وہ کہہ کر اپنا شولڈر بیگ ٹھیک کرتے، مڑ کر چلی۔

''کہاں جا رہی ہو، امایہ؟''

''جہنم میں جا رہی ہوں۔ جانا پسند کرو گے؟''

''تم کس بات پر غصہ ہو؟'' وہ منمنایا تھا۔

امایہ رکی، گہری سانس اندر کھینچی اور چلی۔ ''کس بات پر غصہ ہوں۔ تم نے میسج کیا کہ آ جاؤ، میں کلاس بنک کر کے آ گئی اور تم میرا وقت اپنی ''کلاس فیلو اینڈ فیملی فرینڈ'' کو دے رہے تھے مجھے انتظار کروایا اور اس سے گپیں ہانکتے رہے؟ اور ڈیم اٹ تم اس سے اتنا فرینک کیوں ہو رہے تھے؟''

''کیونکہ ہم کلاس فیلوز ہیں۔ اسکول سے کالج تک اور اب یونی ورسٹی۔ میں اب اس کو اگنور تو نہیں کر سکتا ناں..... اور تم اتنی پوزیسیو کیوں ہو رہی ہوں، امایہ ''شی از جسٹ فرینڈ۔'' وہ وضاحت دے

رہا تھا۔

"اسی جسٹ اے فرینڈ کے ساتھ لنچ کرنے جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور ارحم اس کو آوازیں دیتا رہ گیا۔

☆☆☆

امایہ اس سے دو دن سے بات نہیں کر رہی تھی نہ ہی اس کا فون پک کر رہی تھی۔ نہ ہی اس کے میسجز کا جواب دے رہی تھی۔ یونی ورسٹی میں بھی اس کو نظر انداز کر رہی تھی۔

اس لیے وہ جیہ کے پاس کھڑا اپنا حال دل سنا رہا تھا۔

"لک، ارحم! وضاحتیں دینے سے بہتر ہے تم مان لو کہ تم نے غلطی کی ہے۔ سوری کہہ کر اس کو منا لو۔ اس کی نیچر ہی اس طرح ہے۔ اسٹرن، پوزیسو اور اوبسیڈ وہ مجھے کسی سے دوستی تک نہیں کرنے دیتی تو تم پھر بات الگ ہے، آئی مین پتا ہے اس نے اسکول میں اپنی دوست کے ساتھ باتیں کرنے والی لڑکی کو اتنا پیٹا تھا کہ ایکسپیل ہونے کی نوبت آ گئی تھی۔ یہ شکر مناؤ کہ حرا کو نہیں پیٹا اس نے۔" آخری بات پر وہ ہنس پڑی تھی اور ارحم اس کو حیرت سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

"لیکن حرا میری اچھی دوست ہے اور میں اب....."

"نہیں۔ تمہیں حرا سے بات کرنے سے کوئی نہیں روک رہا۔ وہ اس دن اس بات پر غصہ تھی کہ تم اس کا وقت حرا پر ویسٹ کر رہے تھے۔ وہ ہے ہی ایسی، کہ تم کسی سے ہنس کر بات کر لو تو سمجھتی ہے کہ تم نے اس کی محبت کسی اور انسان پر نچھاور کر دی ہے۔ وہ اپنے رشتوں کے معاملے کسی حد تک پوزیسو ہے۔ لیکن ارحم..... دیکھو جب کوئی انسان تمہیں اتنا ٹوٹ کر چاہتا ہو اتنی دیوانگی سے، تو کچھ ایفرٹس تم نے بھی تو لگانے ہیں نا۔ فلرٹ سے آگے کی بھی دنیا اور ہے۔"

"نہیں جیہ، یہ صرف فلرٹ یا ٹائم پاسنگ نہیں ہے۔ آئی ایم سریس۔" وہ متانت سے بولا، پھر رکا۔

"لیکن اب اس کو مناؤں کیسے؟"

"سمپل سی بات ہے، جا کر اس سے سوری کر لو، وہ چاہتی ہے کہ تم ضد کر کے اس کو مناؤ۔" جیہ ماریہ کے مزاج کو سمجھتی تھی۔

"تھینک یو جیہ۔" ارحم اس کا شکریہ ادا کر کے فوراً پھولوں کی دکان پر گیا اور وہاں سے سرخ گلابوں کا ایک پیارا سا بکے لے کر جیہ کو فون کیا کہ امایہ کو کیمپس کے لان میں لے آئے۔

جب وہ آئیں تو اس کی موجودگی سے بے خبر امایہ نے جب اس کو دیکھا، اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ وہ مڑنے لگی تھی کہ ارحم نے ہمت کر کے اس کا ہاتھ پکڑا اور مسکرا کر اس کو بکے پیش کیا اور سوری کر کے بہت مشکل سے امایہ کو منایا۔

اس کے بعد دونوں کے بیچ کشیدگی اور خفگی کی دیوار کم ہوئی۔

منہدم ہوئی تو دونوں کا زیادہ وقت ایک ساتھ بیتنے لگا۔ ارحم اب اس کے ہوتے زیادہ لوگوں سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کال پک کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ دونوں کے بیچ محبت کا بحر تناور ہوتا گیا اور امایہ کی دیوانگی بھی۔

اس دن ارحم نے رات ہی کو اس کو بتا دیا تھا کہ کل اس سے وہ کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہے۔

وہ یونی ورسٹی آئی تو وہ پرکشش مسکراہٹ لیے اس کا منتظر کھڑا تھا۔

وہ جیہ کو "ہائے" کہتی اس کے پاس آ گئی۔ یونی میں اس کا سینئر تھا اور اس کا آخری سمسٹر ختم ہونے والا تھا۔

☆☆☆

"کہیں باہر چلیں؟" اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ "لنچ کرنے؟"

اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

لنچ کرتے وقت ارحم نے اس سے پوچھا۔ "میں تمہارے گھر امی کو بھیجنا چاہ رہا ہوں..... رشتے

کے لیے....."

ارحم کے فادر کی ڈیتھ ہو چکی تھی۔ جب وہ اسکول میں پڑھتا تھا ان کے بعد اس بڑے بزنس کو اس کی ماں نے سنبھالا تھا۔

امایہ کے حلق میں نوالہ پھنس گیا اور کھانستی ہی چلی گئی۔ ارحم نے فوراً اس کو پانی کا گلاس دیا۔

اب امایہ کو احساس ہوا کہ وہ تو سبکتگین کو بھول ہی چکی تھی.....!!

☆☆☆

سبکتگین کا فائنل ایئر ختم ہوا اور اس کو جلد ہی ایک اچھی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی۔ اس کا ارادہ اگرچہ باہر مزید پڑھنے کا تھا لیکن امی کی گرتی صحت کے پیش نظر اس نے جاب کرنے پر اکتفا کیا کیونکہ امی چاہتی تھیں کہ جیسے اس کو جاب ملے گی وہ دستور صاحب سے شادی کی تاریخ مانگ لیں گی۔

بہار کی دستکیں سنائی دی رہی تھیں۔ رات کو خوب جم کر بارش ہوئی تھی۔ تائی نے حمزہ کے ہاتھوں مٹھائی بھجوائی تھی۔ یہ مٹھائی سبکتگین کی جاب لگنے کی خوشی میں تھی اور یہ عندیہ دینے کے لیے آج شام کو وہ لوگ آرہے ہیں۔ امی کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"آج تم رک جاؤ' یونی ورسٹی مت جاؤ امایہ!" امی نے امایہ کو رکنے کا کہا تھا لیکن انہیں نوے فیصد یقین تھا کہ آگے سے انکار ہی ملنا تھا۔

"امی!" میرے مڈز شروع ہونے والے ہیں۔ چھٹی نہیں کر سکتی' پڑھائی کا حرج ہوتا ہے۔" اس نے خلاف معمول نرم لہجے میں کہا تھا۔

"آج تمہارے تایا تائی آرہے ہیں۔" امی نے اصل وجہ بتانی چاہی تھی۔

"تو اس میں کیا انوکھی بات ہے' پاس ہی تو پورشن ہے۔ اب ان کو پروٹوکول دینے کے لیے میں کیوں رکوں بھلا۔" اس بار' اس نے مخصوص ناگواریت سے ناک سکیڑ کر کہا.....

"تم انجان بننے کی ایکٹنگ مت کرو۔ وہ تمہاری شادی کی تاریخ مانگنے آرہے ہیں۔" امی کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا تھا۔ امی کی بات پر یک دم سر اٹھا کر امی کو دیکھا اور اگلے ہی پل اس کا چہرہ فق ہوا تھا۔

"آپ منع کریں' جب تک میں گریجویٹ نہیں ہو جاتی' میں شادی نہیں کروں گی۔ یہ پہلے سے طے تھا۔" اس کی آواز غصے سے لرز رہی تھی..... پس پردہ وہ ڈر گئی تھی۔ اس کو یوں اچانک سے تاریخ پکی ہونے کی قطعاً توقع نہیں تھی۔

"کوئی تمہیں پڑھنے سے نہیں روکے گا۔ اگر کسی نے ایسی جرات کی' تو پاس ہی تو سسرال ہے تمہارا۔ تمہارے بابا آجائیں گے ان کو سمجھانے۔ اور ویسے بھی تایا ہیں تمہارے۔ تمہیں خوب پڑھائیں گے۔"

امی اس کو نرمی سے سمجھانے لگیں لیکن وہ ہنوز غصے سے تیز تیز سانسیں لے رہی تھی۔ یہ خلاف معمول ردعمل تھا اس کا۔ خوف اور غصے کے ملے جلے جذبوں کے زیر اثر تھی وہ۔

"امی! میں سبکتگین سے شادی نہیں کرنا چاہتی ..... پلیز منع کر دیں ان کو۔" وہ بولی تو امی کا چہرہ ہلدی کی رنگت کا ہو گیا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟" ان کی آواز میں دبا غصہ تھا۔

اسی اثنا میں شفق داخل ہوئی اور اس کے پیچھے دادی اپنے کمرے سے لاٹھی ٹیکتے ہوئے نکل رہی تھیں۔ امی نے فوراً اپنے چہرے کے تاثرات نارمل کیے اور اس کو کہنی سے پکڑ کر' اپنے ناخنوں کو اس کے بازو کے گوشت میں پیوست کر کے دبے لہجے میں کہا۔

"ایسی بات غلطی سے بھی اپنے منہ سے مت نکالنا..... سمجھیں؟"

ان کی نظریں' امایہ کی نظروں سے ملیں۔ اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا' وہ اس کی نظروں سے عیاں تھا۔ امی اس کی نظریں پڑھتے ہوئے' فوراً مڑی تھیں۔

"شفق! آج تم کالج نہیں جاؤ گی۔"

شفق جو ماں بیٹی کے بیچ چلتے تناؤ کو اپنے مفہوم دے کر سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ امی کے 'فرمان' پر حیرت سے ان کو دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ منمناتی کچھ کہتی' امایہ پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔

شفق اب حیرت سے مڑ کر امایہ کی پشت کو گھور رہی تھی۔

☆☆☆

"میں تو کل آنا چاہ رہی تھی لیکن یہ سنبل کے بیٹے کی طبیعت اچانک ایسے خراب ہوئی کہ اس کو رکنا پڑ گیا اور پھر ہم اس کے بغیر تو نہیں آسکتے تھے....."

تائی دادی کے ساتھ بیٹھے' ان سے کہہ رہی تھیں۔"

نجمہ کو کال کر کے بلانا چاہ رہی تھی لیکن پھر ان کے ابا نے منع کر دیا کہ اس خوشی کے موقع پر سارا وقت منہ پھلائے بیٹھی نحوست پھیلائے گی۔"

حبیبہ نے نچلا لب کاٹا۔ رعنا ایسی ہی تھیں۔ انتہائی صاف گو..... اتنی صاف گو کہ ان کو اس بات سے بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ جس کے سامنے وہ نجمہ کی برائی کر رہی تھیں' وہ انہی کی بیٹی تھی۔

دادی نے مڑ کر ناگواری سے تائی کو دیکھا تھا۔"

مرید (تایا) بہن کے حقوق سے کب سے آنکھیں پھیرنے لگا یا تمہاری پڑھائی گئی پٹیوں کی برکت ہے؟"

"خالہ! جانے دیجیے..... اب اس خوشی کے موقع پر کیوں دل برے کرنے۔ میں کہہ دوں گی کہ مرید بھائی اور دستور نے ہی آناً فاناً تاریخ طے کر دی بلانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔" حبیبہ اپنی سمدھن کو اس مشکل سے نکالنے کے لیے بیچ میں بولیں تو دادی نے ناک بھوں چڑھائی۔ لیکن بولیں کچھ نہیں۔

گھر کے مرد دوپہر کی نماز پڑھنے گئے تھے۔ کچن میں شفق کے ساتھ حوریہ اور سنبل بھی ہاتھ بٹا رہی تھیں اور سب نے امایہ کا پوچھا تھا۔ اس کی ایسے موقع پر غیر حاضری سب کو کھل رہی تھی۔ وہی رٹا رٹایا گیا بہانہ' اس کا پیپر تھا' ہر کسی کے سوال کے جواب میں کہا جا رہا تھا۔

جیسے ہی نماز پڑھ کر تایا اور ابا آئے۔ تو کھانے کے بعد تائی نے اپنا مدعا پیش کیا۔

"میری دونوں بیٹیاں ماشاء اللہ اپنی گھر کی ہو چکی ہیں' دستور اور اب میری بوڑھی ہڈیوں میں وہ طاقت نہیں رہی کہ میں ان تین مردوں کی ذمہ داریاں سنبھالوں۔ میں چاہتی ہوں کہ بس جلدی سے امایہ ہمارے گھر آکر میری ذمہ داریوں کو بانٹے۔ پڑھنے پڑھانے پر ہماری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہوگی' اپنی ہی بیٹی ہے۔"

"تو آپ کون سی تاریخ سوچ کر آئے ہیں؟"

دستور صاحب کی چہرے پر رضامندی کی رمق تھی۔

"تین ماہ بعد..... بس آپ کو جتنی تیاریاں کرنی ہوں کیجیے اس دوران۔" تایا بولے۔

تائی نے پہلو بدلا تھا انہوں نے رات کو دو ماہ کا کہا تھا۔

"نہیں' اگلے ماہ کی کوئی تاریخ رکھ لیجیے۔ ہماری تیاری مکمل ہے۔" پہلی بار' حبیبہ ایسے موقع پر بولی تھیں ورنہ وہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ خاموش ہی رہتی تھیں۔ ان کی بات پر جہاں دستور صاحب نے متحیر ہو کر ان کو دیکھا تھا وہاں باقی لوگ بھی حیرت زدہ تھے۔

"ہاں' اگلی ماہ کی کوئی بھی تاریخ رکھ لیں۔"

دستور صاحب اپنی بیگم کی تائید کرتے ہوئے بولے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ سب کے سامنے اپنی بیوی کے پہلی بار کوئی اہم فیصلے کے خلاف بولیں۔

"اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے..... اگلے ماہ کی پہلی تاریخ....." انہوں نے کلینڈر دیکھ کر اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

☆☆☆

"ایسے کیسے تاریخ پکی کر دی۔ پوچھا آپ نے مجھ سے؟" سنتے ہی وہ بھڑک اٹھی۔

"لاحول ولاقوۃ..... یہ کس لہجے میں تم اپنی ماں سے بات کر رہی ہو؟" دادی کے دونوں ابرو ان کی

جھریوں میں مدغم ہو رہے تھے۔

"یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے دادی۔ آپ نے ہی دادا کی وصیت میرے سر تھوپی ہے۔ مرنے والوں کے ساتھ ان کے فیصلے بھی مر جاتے ہیں۔ میرے لیے بھی ان کا فیصلہ ان کے ساتھ مٹی ہو گیا۔" اب اس کے نشانے پر دادی تھیں۔

دادی نے اپنا بوڑھا ہاتھ منہ پر رکھا۔ ان کی آنکھیں شدید دکھ سے پھیل گئیں۔ اگلے ہی پل دادی اپنے مخصوص لیس دار سفید دوپٹے کا پلو منہ پر رکھ کر رونے لگیں۔ حبیبہ فوراً دادی کی اور بڑھی تھیں۔

"خبردار، جو ایسا لہجہ استعمال کیا خالہ کے لیے زبان کھینچ لوں گی تمہاری میں۔ بدتمیز، بے حیا لڑکی۔" وہ پہلی بار حلق کے بل چلائیں۔

وہ ہونہہ کرتی پاؤں پٹخ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"خدارا خالہ اس کم عقل کو بددعا مت دیجیے گا ..... میں اس کی جگہ معافی مانگتی ہوں.....!" حبیبہ ملتجانہ انداز میں ان سے منت کرنے لگیں۔ دادی کا گھٹ گھٹ کر رونا ہنوز جاری تھا۔

امایہ نے کمرے میں جا کر سب سے پہلے فون اٹھایا اور میسج ٹائپ کیا۔

"اپنی ماں کو کل رشتہ کے لیے بھیج دو۔"

اس کے ہونٹ طنزیہ دائیں اور پھیلے۔

"زبردستی تو کوئی بھی نہیں کر سکتا مجھ سے۔" اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ یہ سرخ رنگ اس کی شدت پسندی کا تھا اور یہ رنگ بغاوت کا بھی تھا۔

☆☆☆

صبح کی نوخیزی اپنے عروج پر تھی۔ سونے جیسی سنہری روشنیوں میں سارا منظر نہلا ہوا تھا۔ شفق لیپ ٹاپ پر جھکی مختلف فیلڈز کے بارے میں ریسرچ کر رہی تھی۔ رات کو اس نے حمزہ کو میسج کیا تھا کہ اس کو کون سی فیلڈ لینی چاہیے۔ حمزہ نے فارما اور مائیکروبائیولوجی تجویز کی تھی۔ اس کا جھکاؤ مائیکروبائیولوجی کی طرف زیادہ تھا۔

دفعتاً کھڑکی کے عین سامنے بلیک رینج اوور کھڑی ہوئی۔ اس نے حیرت سے لیپ ٹاپ بند کر اٹھ کر ریلنگ سے جھانکا تھا۔ ایک دراز قد کی خاتون، نفیس سی ساڑھی پہنے اور ہاتھ میں ایک مہنگا پرس لیے ان کے گھر کی بیل بجا رہی تھیں۔ ان کے پیچھے ایک ویل ڈریسڈ لڑکا، جس کے بال جیل سے ایک طرف جمے ہوئے تھے۔ نیچے صحن میں تخت پر بیٹھیں دادی کو چائے پکڑاتے ہوئے امی فوراً گیٹ کھولنے گئی تھیں۔

وہ جب نیچے اتری تو وہ خاتون لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ اور اپنے آنے کی وجہ بیان کر رہی تھیں۔

"اپنے باپ کا پھیلا بزنس سنبھالے گا اب ..... میں نے کبھی اس کو شادی کے لیے پریشرائز نہیں کیا لیکن اب اس کی اپنی خواہش ہے تو مجھے بھی اس پر قطعاً اعتراض نہیں۔ میں آپ کی بڑی بیٹی امایہ کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔" ان کے بولنے کا انداز انتہائی نرم تھا اور لہجے کے اتار چڑھاؤ پر جس قدر ان کی گرفت تھی، یہی ان کے خاندانی ہونے کا ثبوت تھی۔

دادی اور حبیبہ نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ کیسی بات کر رہی ہیں آپ؟" دادی کی چبھتی لیکن حیرانی سے معمور آواز سنائی دی تھی۔

"آپ کو یہاں آنے سے پہلے چھان بین کرنا چاہیے تھا۔ جس لڑکی کا رشتہ آپ مانگنے آئی ہے۔ اس کی اگلے ماہ شادی ہے۔"

خاتون کا چہرہ تاریک ہوا اور ان کے بغل میں بیٹھا ارحم بھی شاکڈ سا باری باری سب کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"آئی ایم سوسوری، مجھے اس نے یہ نہیں بتایا تھا ورنہ میں یہاں آنے کا سوچتی بھی نہیں ..... شادی کے لیے نیک تمنائیں۔ اب میں چلتی ہوں۔ میں نے ناحق میں آپ کو اور خود کو خوب شرمندہ کیا ہے۔" خاتون فوراً اٹھی تھیں اور لاؤنج کی کھڑکی سے جھانکتی شفق فوراً اپنے کمرے کی طرف مڑی تھی۔

کمرے میں امایہ تیاری کھڑی آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ لوگ آگئے؟" اس نے شفق سے پوچھا۔

"تم اس لیے سبکتگین بھائی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں؟"

"وہ لوگ آگئے؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔

"تم نے جان بوجھ کر ان کو یہاں بلایا تھا ناں؟"

"میرے سوال کا جواب دو شفق!"

"چلے گئے ہیں وہ لوگ....."

امایہ کمرے سے باہر نکلی اور ریلنگ سے جھانکنے لگی۔ ارحم گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ نیچے سے حبیبہ کی اس کو پکارنے کی آواز آنے لگی۔

"امایہ.....امایہ! نیچے آؤ۔" ان کی آواز میں غصہ تھا۔

امایہ جب نیچے آئی تو امایہ کو تیار دیکھ کر ان کی سمجھ میں سب آگیا تھا۔

"تو تم نے یہ سب جان بوجھ کر کیا ہے۔"

"میں پہلے سے بتا چکی ہوں' میں سبکتگین سے شادی نہیں کروں گی۔" ماریہ نے اطمینان سے کہا۔

"تو تمہاری شادی نہ کرنے کی پیچھے یہ وجہ تھی؟.....یہ لڑکا یا اس کی دولت؟.....کتنے مان سے اس دن تمہارے باپ نے نکاح منسوخ کیا تھا کہ میری بیٹی اعلا تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ان کے مان کا یہ صلہ دیا تم نے اور یہ تھی تمہاری اعلا تعلیم؟" ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے دائیں گال پر پڑا تھا۔

اس نے چہرے پر ہاتھ رکھا اور مڑ کر امی کو دیکھا۔ "میں اس سے.....شادی نہیں کروں گی.....!" رک رک کر' چبا چبا کر اس نے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"تمہیں پتا تھا اس سب کا؟ کیا تم بھی اس کی شریک دار ہو؟"

امی شفق کی کہنی سختی سے پکڑ کر اب' اس سے استفسار کر رہی تھیں۔

"نہیں امی! اللہ کی قسم، مجھے کچھ نہیں پتا تھا۔" شفق کی آنکھیں بھرنے لگی تھیں۔ وہ امایہ کی آنکھوں میں بغاوت کی چنگاریاں اور اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھ کر سہم گئی تھی۔

اندر ہی اندر تو امی بھی سہم چکی تھیں۔ انہیں امایہ کے رویے سے پہلے بھی خوف آتا تھا۔ انہوں نے امایہ سے کبھی سختی سے بات نہیں کی کیونکہ وہ اس کی باغی اور جارحانہ انداز طبیعت سے خوف زدہ ہو جاتی تھیں۔

"اس کے باپ کو آنے دو۔ اس کی طبیعت تو آج صاف ہو جائے گی۔ غضب خدا کا' اتنی ڈھیل دے کر اس کو تو اتنا بے شرم بنا دیا۔ میں نہ کہتی تھی حبیبہ روک ٹوک کیا کرو۔ تمہاری بے جا نرمی نے ہی یہ دن دکھایا ہے۔" دادی کی آواز امایہ کے لیے نفرت سے پر تھی۔

"خدارا خالہ.....آپ دستور سے کچھ بھی نہیں کہیں گی۔ میں سنبھال لوں گی یہ سب۔ نکاح کے وقت اپنی جان کا واسطہ دے دوں گی۔ مان جائے گی۔" حبیبہ بے ربط لہجے میں کہے جا رہی تھیں۔ "میں سنبھال لوں گی' بس یہ بات گھر کے مردوں تک نہیں جانی چاہیے' خالہ!"

امی منت کر رہی تھیں اور آج اماں کو یوں منت کرتے، بے بس دیکھ کر شفق کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہنے لگے تھے۔ اس کو امی کو پہلے بتانا چاہیے تھا کہ وہ ساری رات فون پر باتیں کرتی ہے۔ کس سے؟ اس کا جواب تو واضح طور پر صاف تھا۔

☆☆☆

تائی نے پیغام بھجوایا تھا کہ امایہ ان کے ساتھ شاپنگ کرنے چلے۔ لیکن امی نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ امایہ کی طبیعت ناساز ہے۔ امی نے بابا سے امایہ کا حالیہ سمسٹر بھی فریز کروایا۔ اب اس کی یونی ورسٹی بھی چھوٹ گئی۔ اس سب کے دوران امایہ نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے کوئی احتجاج کیا اور نہ ہی اس نے کوئی گلہ شکوہ.....وہ سارا وقت خاموش رہی۔ اس دن اس کی

دوست آئی تھی' جیہ۔ امی نے چاروناچار اس کو امایہ کے کمرے بھیج دیا تھا ورنہ ان کا ارادہ اس کو واپس بھیجنے کا تھا۔

"تم نے ارحم سے یہ بات چھپائے رکھی کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے؟" جیہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ جیہ کو اسی نے بلایا تھا۔

"جیہ! مجھے کبھی یہ بات بتانے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ میں اس کے ساتھ ٹائم پاس کر رہی تھی۔ میں تو سب کچھ لٹا چکی ہوں اس پر جیہ۔ اب میں کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتی اور سکینڈل کے ساتھ تو میں نے شادی کرنا ہی نہیں تھی۔" وہ بے چینی سے جیہ کو وضاحت دے رہی تھی۔

"وہ تم سے خفا ہے امایہ۔ اس کی ماں بھی اس سے بہت خفا تھیں کہ ان کی اتنی انسلٹ ہوئی تھی یہاں آ کر جب ان کو پتا چلا کہ تمہاری تو شادی ہونے والی ہے۔" جیہ نے اس کا دل مزید دہلا دیا۔

"وہ میرے میسجز کا ریپلائی بھی نہیں کر رہا اور نہ ہی کال اٹھا رہا ہے۔ تم اس کو کہو کہ اس سب میں میرا کیا قصور ہے' جب سب میری رضامندی کے بغیر یہ شادی کروا رہے ہیں۔ تم اس کو سمجھاؤ۔ پلیز جیہ!" اس نے آگے بڑھ کر جیہ کا ہاتھ مٹھی میں بند کیا۔

جیہ شش و پنج میں کھڑی اس کو دیکھتی رہی۔

"اوکے۔ میں اس کو سمجھاؤں گی لیکن اس کا اینڈ کیا ہوگا؟" جیہ آنکھیں ترچھی کر کے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کہا تھا نا میں نے جیہ تمہیں کہ حد سے گزر جانے والی شدت پسند لڑکی ہوں میں۔" اس کی آنکھوں میں اب بغاوت کی آگ بھڑک چکی تھی جس کی لپیٹ میں کئی زندگیاں آنے والی تھیں۔

☆☆☆

ان کے خاندان میں روایت تھی کہ شادی کی رسومات شروع ہونے سے پہلے' جمعے کے مبارک دن نکاح کیا جاتا اور اس کے اگلے ہفتے میں شادی کی ساری رسومات کی جاتی تھیں۔

آج بھی جمعہ کا مبارک دن تھا اور گھر میں قریبی قریبی رشتے دار تھے۔ پھپھو کا تو چہرہ ایسا اترا ہوا تھا جیسے وہ کسی فوتی میں آئی ہوں۔ وہ کسی سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کر رہی تھیں۔ صبح سے ہی امایہ کمرے میں تھی اور شفق کو امی نے خاص تاکید کی تھی کہ وہ اس پر نظر رکھے۔ ان کو ویسے بھی امایہ کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔

پھر شام کو لاؤنج میں سب بیٹھے تھے۔ نکاح خواں بھی آ چکا تھا۔ حبیبہ وشمہ اور شفق کے ساتھ امایہ کو بلانے جا رہی تھیں۔ جیسے ہی انہوں نے کمرا کھولا' اندر امایہ کا نام و نشان نہیں تھا۔ ان کا چہرہ ایسا سفید پڑ گیا کہ جیسے ان کی رگوں میں سرخ خون کی جگہ سفید خون بہتا ہو۔ ان کی ٹانگیں اور ہاتھ کانپنے لگے۔ شفق بھی دھڑکتے دل کے ساتھ ڈریسنگ روم میں اس کو ڈھونڈنے گئی۔

"امایہ بھاگ گئی؟" وشمہ نے حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھ کر جانے سوال پوچھا تھا یا زلزلوں کی زد میں کھڑی حبیبہ کو بتانا چاہا تھا..... وشمہ نے کمرے سے نکل کر ریلنگ سے جھانکا۔ باہر دیوار کے ساتھ سیڑھی لگی تھی۔ یعنی وہ بھاگ چکی تھی اور گھر میں ہجوم کی وجہ سے کسی نے اس کو نوٹس بھی نہیں کیا ہوگا۔

وشمہ اگلے ہی پل نیچے کی اور بھاگی..... حبیبہ دھڑام سے فرش پر گری تھیں اور شفق ان کو سہارا دینے لگی تھی۔

نیچے بھاگ کر اترتی وشمہ کو سب نے حیرت سے مڑ کر دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ماموں..... وہ..... وہ..... امایہ بھاگ گئی۔" پھولے سانسوں کے بیچ اس نے کہا اور لاؤنج میں ایک خطرناک دھماکا ہوا تھا۔

حبیبہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے فرش کے نیچے دلدل ہو اور وہ اس میں گرتی جا رہی ہوں۔ پستی کی کتنی گہرائی تھی ان کو نہیں پتا تھا لیکن انہوں اس کے آخری حد میں خود کو پایا تھا۔

دھم دھم کی آوازوں کی ساتھ لاؤنج میں سے سب اوپر چڑھے آرہے تھے۔ مرد' عورتیں' بچے۔ سب۔ کھلے دروازے کو ٹھوکر مارنے والا حمزہ تھا' جس کی کنپٹی کی رگیں اشتعال کے مارے اتنی ابھری ہوئی تھیں کہ مانو اب کے تب پھٹیں۔ شفق ماں کے ساتھ چپکی تھی۔

تایا کچھ کہہ رہے تھے اور حمزہ دیوانوں کی طرح نیچے جھانک رہا تھا۔ سبکتین کا چہرہ ایسا تھا کہ مانو کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ وہ محبت کی بربادی تھی یا عزت کی۔ جس کی بھی تھی' اس نے خود کو دنیا کا سب سے بدترین ہارا ہوا انسان مانا تھا۔ اس کی محبت اس کو یوں ٹھکرا کر' اس کی عزت کی دھجیاں اڑا کر بھاگ گئی۔

کئی زبانوں پر تھا..... ''؟''

''سبکتین کی دلہن بھاگ گئی؟

سب مہمان چلے گئے تھے۔ لاؤنج کی ساری روشنیاں تاریکی میں بدل چکی تھیں۔ اب لاؤنج میں اکا دکا مرد تھے۔ پھپھو تائی اور لٹی پٹی بے حال سی بیٹھیں جیبہ.....

تائی سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے دہائیاں دے رہی تھیں۔

''ہائے' اب خاندان کو کیا منہ دکھاؤں گی میں، جب شادی کے اسٹیج پر وہ دلہن بدلی دیکھیں گی۔ کتنی زبانیں اب ہمارے شملے کو تار تار کریں گی۔ وہ بدکردار تو چلی گئی..... ہماری عزت کو دفن کرنے کے لیے دو گز زمین بھی نہ چھوڑی اس نے۔'' روتے ہوئے تائی سینہ پیٹ رہی تھیں۔ ''اور اب کیوں.....؟'' انہوں نے غصے سے شفق کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کو بیاہ کر لائیں اس کے متبادل..... یہ بھی تو اسی کی بہن ہے ناں.....''

جھکے سر کے ساتھ روتی شفق کا سر مزید جھک گیا۔

''خاموش ہو جاؤ۔ نکاح خواں کو بلاؤ اور نکاح پڑھواؤ اس کا..... اب جو تھوڑی بہت عزت بچ چکی ہے' اس کو سمیٹو۔'' تایا غصے سے بولے تھے۔

اور مجرم بنے بیٹھے دستور اور جیبہ کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ ان کی تو گویائی سلب کر لی تھی ان حالات نے معاً نکاح خواں آیا اور نکاح پڑھوا دیا گیا۔ شفق نے ہچکیوں کے درمیان تین بار 'قبول ہے' کہا۔

نکاح کے بعد تایا لوگ بھی چلے گئے تھے۔ وہ دادی کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ شفق کے ہونٹ سوکھے اور آنکھیں سوجھ چکی تھیں۔ وہ باپ سے دور بیٹھی تھی یوں جیسے وہی قاتل نفرین تھی۔ جیبہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں اور دادی ان کو سہارا دے رہی تھیں۔

''تم جانتی تھیں..... تمہیں پتا تھا جیبہ۔''

چھت پر کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے بابا بولے۔ ''تمہیں سب پتا تھا پہلے سے لیکن تم نے مجھے نہیں بتایا۔ تم ہر وقت فکر مند' بدحواس پھرتی تھیں۔ تمہیں پتا تھا کہ ایسے ہوگا۔ اس لیے تم نے کہا تھا ایک ماہ کا۔ تمہیں اس دن کا پہلے سے اندازہ تھا۔''

روتی آنکھوں کے ساتھ جیبہ نے انہیں دیکھا دستور صاحب کی آنکھوں میں ان کے اعتبار کی کرچیاں تھیں۔ جیبہ نے کچھ کہنا چاہا..... اپنے حق میں..... لیکن وہ پھر رک گئیں۔ دستور ٹھیک کہہ رہے تھے۔

قصور ان کا بھی برابر کا تھا۔

اور جس کا قصور نہیں تھا' وہ کونے میں بیٹھی شفق تھی..... جس کی آگے زندگی بنا جرم کے مجرموں سی گزرنے والی تھی۔

☆☆☆

جیبہ نے جب ارحم کو خوب سمجھایا کہ اس میں امایہ کا قصور نہیں ہے' وہ زبردستی اس کی شادی کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا کہ ان کے خاندان میں وہی پرانی روایت ہے کہ خاندان سے باہر شادی نہیں کرتی تم ایک دفعہ اس سے مل کر بات تو کرو۔ ارحم پھر مان گیا' خوب سمجھانے بجھانے پر۔

جس دن امایہ ارحم سے ملنے آئی تھی اسی دن شام کو اس کا نکاح تھا اور وہ گھر چھوڑ کر آگئی تھی۔ اب

نکاح کے علاوہ ان دونوں کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

نکاح کر کے ارحم امایہ کو اپنے گھر لے آیا بینا بیگم نے دونوں کو حیرانی سے دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں محبت پا لینے کی چمک تھی۔

"تم ابھی اسی وقت اس کو اس کے گھر چھوڑ آؤ۔"

"نہیں ماما..... ہم نکاح کر چکے ہیں۔ یہ اب میری بیوی ہے۔"

"میں نے تمہاری یہ اپ برینگنگ (تربیت) تو نہیں کی تھی ارحم۔ مجھے تمہارے اس قدم پر اتنا دھچکا لگا ہے تو سوچو اس کے والدین پر کیا بیتی ہو گی۔" بینا بیگم نے جانا تھا آج کہ مائیں کیوں بے بس ہو جاتی ہیں..... "میں کل جاؤں گی اس کے گھر۔ اس کے والدین سے معافی مانگنے اور اس رشتے کی بھیک مانگنے۔ اگر اس کے والدین راضی ہو گئے تو ٹھیک..... نہ ہوئے تو یہ رشتہ میرے لیے بھی قبول نہیں ہو گا۔ اب تم جاؤ اپنے کمرے میں رات بہت ہو چکی ہے۔" بینا بیگم سخت لہجے میں بول رہی تھیں۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے لے کر آ گیا.....

امایہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اس مسکراہٹ کی جڑوں میں خود غرضی تھی۔ وہ گول گول گھومی تھی۔ لوگ سچ کہتے ہیں..... محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔

"میری لو اسٹوری میں کوئی ٹریجڈی نہیں ہو گی کیونکہ میں اپنا اینڈ خود لکھوں گی۔" اس نے ارحم کے کندھے پر سر رکھا اور کھلکھلائی تھی۔

☆☆☆

اگلی صبح نوخیز تھی۔ ایک نئی البیلی صبح۔ ناشتے کے ٹیبل پر وہ اور ارحم یوں بچوں کی طرح کھلکھلا رہے تھے اور بینا بیگم اندر ہی اندر کئی طوفانوں کی زد میں تھیں۔

ان کا چہرہ سپاٹ تھا۔ انہیں اپنی سوشل سرکل میں لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے سے زیادہ امایہ کے والدین کی فکر تھی۔ شادی کے گھر سے لڑکی کا غائب ہونا.....! وہ سوچ کر سہم جاتی تھیں۔ کتنی بددعائیں دی ہوں گی اس کی ماں نے..... اس کی تائی نے.....

وہ اپنی ساری میٹنگز کینسل کر کے امایہ کے گھر گھر پہنچیں تو ان کے گھر کے در و دیوار سے ویرانی ٹپک رہی تھی۔ ستونوں سے جو گیندے کی لڑیاں پروئی گئی تھیں انہیں یوں بے دردی سے نوچ کر نیچے پھینکا گیا تھا کہ گیندے کے زرد پھولوں پر کئی لوگوں کے قدموں کے نشان ثبت تھے۔

کوئی لڑکی ان کو اندر لے گئی۔ جب حبیبہ اور شفق سامنے آئیں تو انہوں نے خود کو انتہائی شرمندہ پایا۔

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ میرے بیٹے کو معاف کر دیں کیونکہ معافی کے لائق نہیں ہے وہ۔ لیکن میں یہاں اپنی اور آپ کی عزت کو بچانے کے لیے آئی ہوں۔ آپ اپنی بیٹی کو عزت کے ساتھ اپنے گھر سے رخصت کریں۔ یہ میری گزارش ہے آپ سے.....!"

"کون سی عزت؟" ویراں ہو چکے شہر دل کی ویرانی حبیبہ کی آواز میں گونجی تھی۔ "اس کا جنازہ بھی نکل چکا اور دفنا بھی چکے ہم اس کو....."

"ایسا مت کہیں۔" بینا بیگم کرلائی تھیں۔

"اصولاً تو آپ کو یہاں آنا نہیں چاہیے تھا۔ لیکن اب آ چکی ہیں تو کچھ باتیں اپنی بہو کو کہیے گا کہ میں نے اس کو کوئی بددعا نہیں دی ہے کیونکہ ماں ہوں نا، کبھی دل سے بددعا نکلتی ہی نہیں ہے..... لیکن اس سے کہنا کہ باپ نے کل ہاتھ اٹھا کر تمہاری بربادی کی بددعا کی تھی اور باپ کی بددعا کبھی رد نہیں ہوتی۔" حبیبہ کی آواز بالکل کھوکھلی تھی۔

"خدارا ایسا تو مت کہیے۔" بینا بیگم ایسے دہل گئیں کہ جیسے انہوں نے ان کے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھرا رکھ دیا ہو۔

"مزید ہمارا اور آپ کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ جا سکتی ہیں۔" اتنا کہہ کر حبیبہ اٹھیں اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگیں۔ وہ قدم گھسیٹ گھسیٹ کر جا رہی تھیں اور ایسی شکست خوردگی ان کا مقسوم تھا۔

حبیبہ چلی گئیں تو وہ اور خاموش بیٹھی شفق اکیلی رہ گئیں۔ اس کی آنکھوں کی ویرانی ان کا دل چیر گئی۔ وہ تو جیسے کسی ماتم زدہ گھر میں آ گئی تھیں۔ ہر کوئی کسی قیامت کے زیر تھا۔

"چلتی ہوں۔" بیگ اٹھا کر وہ اٹھی تھیں۔

"اس سے پوچھیے گا....." معاً شفق بولی تو ان کے قدم زنجیر ہوئے' انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"اس سب میں میرا کیا قصور تھا؟"

☆☆☆

"کتنی ڈھٹائی سے تم یہاں براجمان ہو۔ کتنی بے حس لڑکی ہو تم۔" بینا بیگم جیسے گھر آئی تھیں' انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹی وی لگائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر اتنا سب کچھ کر کے ندامت کا شائبہ تک نہیں تھا۔ "تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اپنے پیچھے گھر والوں کو کیسی قیامت میں چھوڑ آئی ہو تم؟" بینا بیگم اس پر غصے سے چلا رہی تھیں۔

"اور وہ جو مجھے جہنم میں دھکیل رہے تھے' اس کا کیا؟ ہزار بار کہا تھا کہ میں نے اس سے شادی نہیں کرنی۔" ناک بھوں چڑھا کر وہ ایسے کہہ رہی تھی جیسے ڈیم اٹ' اسے کیا؟۔

دور اوپن کچن میں ارحم ایئر پوڈز لگائے' جوس بنا رہا تھا۔ بینا بیگم اس کی طرف بڑھیں۔ امایہ نے بھی ٹی وی آف کر کے ان کی تقلید کی تھی۔ بینا بیگم نے اس کے دائیں کان سے ایئر پوڈ نوچا۔

"لسن ٹو می ناؤ ویری کیئر فلی!" ان کے چہرے پر غصے کا ایک طوفان سا تھا۔ "تم اس لڑکی کو یا تو طلاق دو ورنہ تم یہاں میرے گھر میں نہیں رہو گے....."

ان کی بات پر دونوں کے چہرے بیک وقت فق ہوئے تھے۔ "ماما؟ یہ آپ....."

بینا بیگم نے پھر سے اس کی بات کاٹی تھی۔ "تمہارے پاس دو آپشنز ہیں۔"

"ماما! آپ ایسے مجھے بے دخل کیسے کر سکتی ہیں' میں تو آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔" اب کی بار وہ منمنایا تھا۔

"بالکل ویسے ہی' جیسے تم نے میری سالوں کی تربیت کو ایک لڑکی کے لیے بھلا دیا۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ تمہاری ماں نے تمہارے لیے کتنے سپنے سجائے ہوں گے؟ تم نے کہا کہ اس لڑکی کے گھر رشتہ لینے جائیں' میں خوشی خوشی مان گئی۔ لیکن اس نے تمہیں کیسے دھوکے میں رکھا اور بعد میں تمہیں مٹی پولیٹ کر کے شادی پر اکسایا..... تم اب بھی اس لڑکی کو مجھ پر فوقیت دو گے؟"

"امی! آپ اب بہت دقیانوسی باتیں کر رہی ہیں۔"

"ہاں..... میں ہوں دقیانوسی..... یہی میری جڑیں ہیں۔ تم اپنا فیصلہ بتاؤ۔ میں ایک ایسی لڑکی کو اپنی بہو کبھی نہیں مانوں گی' جس نے اپنے والدین کو یوں ذلیل کیا اور اس کو احساس تک نہیں ہے....." نفرت سے ہنکارا بھرتی انہوں نے پیچھے مڑ کر امایہ کو دیکھا تھا۔

"میں امایہ کو کبھی طلاق نہیں دوں گا۔" اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔ بالکل اٹل فیصلہ۔

"اوکے فائن۔ دروازہ اس طرف ہے۔" انہوں نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

اندر آتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔ حبیبہ کی ویران آواز ان کی کانوں میں گونج رہی تھی اور وہ خوف سے دہل رہی تھیں۔

ان کی ممتا کو اگر یہ گوارا تھا تو ان کے ضمیر اور عزت نفس کو نہ تھا۔ اور انہوں نے عزت نفس کو فوقیت دی تھی۔

☆☆☆

عروسی جوڑے میں سر جھکائے بیٹھی شفق کی

کنپٹی کی رگیں مسلسل پھڑک رہی تھیں۔ درد کی ایک شدید لہر اس کی سر میں اٹھتی اور پھر آنکھوں پر محسوس ہوتے اس بوجھ کی وجہ سے وہ رفتہ رفتہ آنکھیں زور سے میچتی.....

تایا کے گھر کون سا طوفان آیا تھا؟ اس کو نہیں پتا تھا..... لیکن اس طوفان کے بعد کی خاموشی سارے گھر میں چکرائے پھر رہی تھی۔ اس کو سنبل کمرے میں چھوڑ آئی تھی۔ سنبل کا انداز بھی ایسا تھا کہ جیسے وہ کوئی بے وقعت چیز ہو اور وہ اس کو گھر کے کسی کونے میں پھینک کر ہاتھ جھاڑ کر جا رہی ہو۔

باہر کسی کے غصے سے چلانے کی آواز آئی۔ یہ آواز وہ کلکے کے ہزارویں حصے میں پہچان لیا کرتی تھی۔ حمزہ کی محبت بھری آواز غصے میں ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی سزائے موت کا اعلان کر رہا ہو.....

"خاندان والے ہنس رہے ہیں امی۔ ہر کسی کے زبان پر یہی ایک قصہ ہے۔ سبکتگین کی بیوی بھاگ گئی.....

"اور اوپر سے اس کی بہن کو بھی بیاہ لائے ہیں۔" سنبل تڑخ کر بولی۔ "بہنیں تو ایک دوسرے کی پرچھائی ہوتی ہیں۔ بالکل ایک دوسرے کا عکس۔ آج بڑی نے شملہ گرایا ہے سر سے' کل کو چھوٹی منہ چھپانے کے لیے ایک گز چھت بھی نہیں دے گی۔"

اندر بیٹھی شفق کی سوکھ چکی آنکھوں میں پھر سے آنسو بھر کر سنگار سے مبرا چہرے پر بہنے لگے۔

"آپ اس کو بیاہ کر لائے ہی کیوں؟ کیوں ابا نے ترس کھایا چاچا پر۔" سنبل ناک بھوں چڑھا کر بولی تھی۔ "طلاق دے کر فارغ کر دیں اس کو۔"

"ان سب میں اس کا کیا قصور تھا؟" حور یہ دکھ سے پوچھ رہی تھی۔

"بہتیرا سمجھایا' کہ ایسی لڑکیاں گھر نہیں بساتیں..... لیکن تمہارا باپ تو ایسے اڑ چکا کہ بھیا یہ رشتے نہ ہوئے تو ان کے مرحوم ابا کی روح تڑپتی رہے گی۔ کتنی باغی تھی وہ۔ ہڈ دھرم۔ بے حیا۔" تائی نفرت میں پھنکار رہی تھیں۔ "اور یہ جو رحم اور ہمدردی میں بیاہ کر لائے ہیں یہ بھی کوئی ستی ساوتری نہیں ہے۔ گھر کے بھیدی کبھی دودھ کے دھلے نہیں ہوتے..... یہ ٹھہری اس کے ساتھ ہمہ وقت رہنے والی اس کی بہن۔"

وہ سب شفق کے پیٹھ پیچھے نہیں بول رہے تھے۔ اس کے کمرے کے سامنے ہی لاؤنج تھا اور آوازیں اس تک با آسانی پہنچ رہی تھیں۔ سسکیاں بھرتی شفق نے سر اٹھا کر اوپر خدا سے شکوہ بھی نہیں کیا..... وہ امایہ کا بویا بیج کاٹنے کے لیے تیار تھی۔

رات دیر تک جب کمرے میں سبکتگین نہیں آیا تو کمر میں اٹھتے درد اور اکڑ چکی گردن کو سہلانے کے لیے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر سو گئی۔ کب دروازہ کھلا اور کب سبکتگین آیا اس کو پتا بھی نہیں چلا..... نیم شب میں ناک میں گھستے کسیلی دھوئیں نے اس کو کھانسنے پر مجبور کیا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اور دور صوفے پر جلتے سگریٹ کا سرخ انگارہ سا دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے میں گمبھیر سانسوں کی آواز تھی۔

معاً سبکتگین کی گمبھیر آواز گونجی۔ اس آواز میں دو چیزوں کا فقدان تھا۔ ایک شناسائی کا اور دوسرا اس کے لیے نرمی اور شفقت کا۔ جو ہمیشہ سے اس کے لیے ہوتا تھا۔

"تم سب جانتے تھے اس بارے میں۔" وہ پوچھ رہا تھا کہ بتا رہا تھا۔ اس کی سانسیں اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔ وہ خاموش رہی۔

"چاچی کا شاپنگ سے بہانہ' نکاح ملتوی کرنا اور فوراً شادی کی تاریخ رکھنا....." استہزائیہ ہنسی۔ "مطلب وہاں کچھ ایسا ہو چکا تھا کہ سب خوف زدہ تھے۔"

وہ خاموش ہی رہی۔ اس کا جواب کبھی دلیل نہ بنتا اور اس دلیل سے وہ کبھی قائل نہ ہوتا۔ وہ قصوروار تھے اور سزا کے لائق بھی۔ اس نے سوچا۔

"اس سب میں' میرا کیا قصور تھا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کیا تاثرات تھے' وہ دیکھ نہیں پا

رہی تھی..... بس سگریٹ کا وہ ننھا منا انگارہ دور سے دکھ رہا تھا۔

اس نے بھی پوچھنا چاہا کہ اس سب میں اس کا کیا قصور تھا؟۔ لیکن خاموش رہی۔

"مجھے بتا دیا جاتا۔ میں پیچھے ہٹ جاتا۔ میری یوں تو رسوائی نہ ہوتی۔" سبکتگین کے لہجے غصہ بھی تھا' بے بسی بھی' دکھ بھی اور بیکراں درد بھی..... یوں اتنے سارے احساسات تلے اس کی آواز نم معلوم ہوتی تھی۔

اس کے بعد اس نے کچھ نہیں سنا اور بس دیر تک وہ ایک کے بعد ایک سگریٹ کے اس ننھے انگارے کو دیکھتی رہی..... ساری رات کمرے میں خاموشی اور سگریٹ کا دھواں چکراتے رہے.....!

☆☆☆

بینا بیگم نے اس کو گھر سے بے دخل تو کر دیا تھا لیکن اس کے نام ابھی بھی کافی پراپرٹیز تھیں۔ وہ اس کو اس گھر لے آیا' جو اس نے کچھ مہینے پہلے ہی لیا تھا اور رینوویٹ کروایا تھا۔ یہ ایک دو منزلہ گھر تھا۔ اوپر منزل میں ایک بڑا سا بیڈروم تھا' جس کے آگے ایک بڑا سا ٹیرس تھا۔

ایک خواب کی سی کیفیت تھی جو امایہ پر طاری تھی۔ اس کے پہلو میں وہ شخص تھا' جس سے اس نے ٹوٹ کر محبت کی تھی۔ دنیا کی خوش قسمت انسانوں کی فہرست میں اس نے خود کو اول نمبر پر پایا تھا۔

"میں نے جیہ سے کہا تھا۔" وہ اس کے کندھے پر سر رکھے بول رہی تھی۔ "کہ میرا رومیو تو آئے گا ضرور' لیکن میری لو اسٹوری کا اینڈ کبھی ٹریجک نہیں ہوگا۔"

رات کے اس وقت وہ گھر ٹیرس میں بیٹھے' کافی پی رہے تھے۔ سامنے تاروں سے بھرا آسمان تھا اور اکلوتا چاند.....

"تمہیں میری محبت پر اتنا یقین تھا؟"

"نہیں....." وہ کھلکھلائی تھی۔ "خود پر یقین تھا۔ شدت سے کسی چیز کو چاہو تو....."

"ہاں معلوم ہے' ساری کائنات پھر اس کو ملانے کی بھرپور کوششیں کرتی ہیں۔" وہ ہنسا تھا۔

"تم اب کیا کرو گے' ارحم؟" امایہ نے اس کے کندھے سر ہٹا کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تھا۔ "تم نے اپنا ایمپائر میرے لیے چھوڑا۔ تم اپنے لائف اسٹائل کے لیے مجھے چھوڑو گے تو نہیں؟"

"نہیں..... کبھی نہیں' امایہ۔ میں بھی اب ماما کو ضد دکھاؤں گا اپنی۔ جاب کروں گا۔ ایک دن ان کو خود ہی احساس ہو جائے گا اور تمہیں قبول کر لیں گی۔ اپنا محل چھوڑا ہے محبت کے لیے' تو محبت کے لیے جھونپڑی میں بھی رہ لوں گا۔" اس کی گہری شہد آگیں آنکھوں میں سارے تارے نظر آ رہے تھے۔

وہ خوشی سے مسکرائی تھی۔ ایسی مسکراہٹ' جو اب اس کی قسمت تھی۔ رات دیر تک تارے چمکتے رہے اور وہ دونوں ہنستے رہے۔

☆☆☆

"ہائے میری بچی!"

دادی جیسے ہی تایا کے گھر آئیں تو انہوں نے شفق کی حال سے بے حال حالت دیکھی اور ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ شفق کچن میں کھڑی آٹا گوندھ رہی تھی۔

"رعنا' کچھ خوف خدا ہے تمہیں؟ ایسے رکھتے ہیں نو بیاہتا کو؟ نہ سرخی پاؤڈر لگایا ہو' نہ گہنے شہنے پہنے ہیں۔ کہیں تم نے....."

"ہاں رکھ لیے اماں' زیور میں نے۔ کیوں آپ نے نہیں رکھے تھے ہمارے زیور؟" تائی کا لہجہ ہنوز ویسا روکھا پھیکا سا تھا۔ "اور بیاہتا اور من چاہی بیاہتا کا فرق تو آپ جانتی ہوں گی ناں؟"

"خوف کرو رعنا' اس اٹل دن کے حساب کتاب سے ڈرو۔ اور..... میں نے تو دو تین مہینے بعد رکھے تھے تمہارے زیور' جب تم ماں بننے والی تھیں۔" دادی کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"بس اماں اب اتنا کچھ ہونے کے بعد ہم نے

بھی حاتم طائی کے قبر کو لات مار لی ہے۔" تائی نے ہاتھ جھاڑے۔ "اور آپ بیاہتا بیاہتا کی رٹ لگا رہی ہیں تو بھیجا کیا اس بیاہتا کے لیے حبیبہ نے ناشتا؟"

"اے بی بی! تم تو آج کل آسمان چھپڑوں سے مار رہی ہو۔ تم آئیں عیادت کرنے؟ دستور دو دن ہسپتال میں رہا۔ اس وقت بھی لاتی وہ ناشتا؟" دادی کی آنکھیں پھیل گئیں' تائی تو ایسے برتاؤ کر رہی تھیں کہ جیسے نکاح کر کے نہیں خرید کر لائی ہوں۔

"اپنے حالات کے خود ہی ذمہ دار ہیں۔" وہ نخوت اور بے حسی سے کہہ رہی تھیں۔

اسی وقت سبکتگین اندر داخل ہوا۔ دادی کو سلام کر کے جانے ہی لگا تھا کہ دادی نے پکارا۔

"اے راجا! ادھر بیٹھو ذرا۔" اپنے کمرے جاتا سبکتگین رکا' مڑ کر دادی کے پاس بیٹھا۔ "نکاح کے دو بول پڑھ چکے ہو تو اس کے بعد اس کے ڈھیر سارے حقوق بھی ہیں۔ وہ بھی پڑھ لینا۔ دیکھو میرے شہزادے! یہ بوڑھے ہاتھ دیکھ رہے ہو' جس کی جھریاں بھی گنو گے تو تھک جاؤ گے۔ یہ بوڑھے ہاتھ جوڑ کر منت کرتی ہوں میری پوتی کو کسی اور کے اعمال کے ترازو میں مت تولنا۔ وہ تو معصوم....."

"بہت معصوم ہے..... اسی بہن کی پرتو۔" تائی نے نخوت سے ہنکارا بھرا تھا۔ دادی نے انہیں ناگواری سے گھورا تھا لیکن ان کو ٹوکا نہیں۔

"دادی! مجھے واسطے مت دیں نہ ہی منتیں ترلے کیجیے۔ میں اس کے ساتھ کچھ برا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا لیکن....." سبکتگین نے دادی کے بوڑھے ہاتھ پکڑے تھے۔ "نکاح کے دو بول پڑھنے کے بعد جو تعلق ہوتا ہے اور ہمارے درمیان کبھی نہیں ہوگا۔ میرے نام پر بیٹھی ہے' میری بیوی ہے۔ اس تعلق کی قبولیت میرے لیے بس اتنی ہی ہے۔ اب آپ آئی ہیں تو اپنے ساتھ چاچا سے ملانے لے جایئے گا۔"

یہ کہہ کر سبکتگین اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دادی نے پیچھے مڑ کر آنسو پیتی شفق کو دیکھا تھا۔

دنیا کی سب سے بدنصیب اگر کوئی لڑکی تھی تو وہ شفق دستور تھی۔

☆☆☆

اس کی زندگی پھولوں کی سیج بن چکی تھی۔ وہ کہا جاتا ہے ناں کہ مرد کے حصے میں دولت عورت کے نصیب سے آتی ہے۔ وہ اس کی عملی تفسیر بن چکی تھی۔ وہ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والا شہزادہ' جس کو اس کی سلطنت سے اس کی ماں نے محض عزت نفس کی خاطر نکالا۔ وہ بھی ان کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ اب بھی سلطنت کھڑی کر سکتا ہے۔ اس نے اپنا بزنس شروع کیا۔ جاب وہ کرنا چاہ رہا تھا لیکن امایہ کی خواہش تھی کہ وہ سب کو دکھائے کہ محبت فاتح عالم ہوتی ہے۔ یہ ڈراموں اور فلموں کی روایتی کہانی نہیں ہے' جہاں بھاگ کر شادی کرنے والے گھٹ گھٹ کر جیتے ہیں۔ حقیقی دنیا میں ہر فرعون کی قسمت میں ڈوب مرنا نہیں ہوتا۔

اگرچہ اس کے بزنس کی ابھی شروعات تھی اور اس کو اپنی ماں کا ریفرینس بھی استعمال نہیں کرنا تھا۔ اس لیے ابھی اس کے لیے مشکلات کا ایک لمبا سفر طے کرنا تھا اور وہ اس کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا۔ صبح وہ آفس جاتا تو دونوں مل کر ناشتا بناتے اور ہنسی خوشی ناشتا کرتے۔ وہ اس کے منہ میں نوالہ ڈالتی تو وہ اس کے ہاتھ سے جوس پیتا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ امایہ ارحم کو ایسے چاہنے لگی تھی کہ اس کے رگوں میں خون نہیں' ارحم بہتا ہو۔ اس کی محبت کا وہ انگارہ اب آسمان کو چھوتے شعلوں میں تبدیل ہو چکا تھا۔

آفس کے دوران بھی وہ اس کو خوب سارے میسج کرتیں۔ دونوں کی میسج پر بھی بات ہوتی اور فارغ وقت میں کال پر بھی۔ دوپہر کو کبھی کبھار لنچ کرنے آجاتا اور شام کو وہ لانگ ڈرائیو پر نکل جاتے' یا پھر ڈنر کرنے یا پھر نیچے لان میں کبھی پروجیکٹر لگا کر مووی دیکھتے یا پھر کینڈل لائٹ ڈنر۔

ان کے پاس دو چیزوں کی بہتات تھی۔ وقت کی اور محبت کی اور ان دونوں کو خرچ کر [illegible]

انتہا کے شاہ خرچ تھے۔ پھر رفتہ رفتہ ارحم کا بزنس ترقی کرنے لگا تھا۔ وہ دونوں خوش تھے۔ امایہ کو گھر کی کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آئی اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا پچھتاوا تھا۔ البتہ ارحم کے دل میں ابھی بھی ماں کے ساتھ یوں سب تعلقات توڑ دینے کا پچھتاوا تھا۔ وہ ماں کے سوشل میڈیا کو خوب فالو کرتا تھا۔ اس نے ایک دو بار ماں سے بات کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن ان کا ایک ہی جواب تھا کہ وہ اس سے تب بات کریں گی جب وہ اس لڑکی کو طلاق دے گا۔ رفتہ رفتہ اس نے کوششیں ہی ترک کر دیں۔

اس کی زندگی ایک دم سے تب پلٹی تھی جب ریستوران میں ڈنر کرتے امایہ کو سخت الٹی آئی اور وہ فوراً ریسٹ روم بھاگی تھی۔ وہ فکر مندی کے ساتھ اس کے پیچھے ہولیا تھا۔

وہ فوراً ڈاکٹر کے پاس لے گیا اور ڈاکٹر کے جواب سے وہ خوشی سے گنگ ہو گیا تھا۔ وہ باپ بننے والا تھا' سارے راستے اس کا منہ بند نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خوشی سے ہنستا ہی جا رہا تھا اور ہر دو منٹ بعد وہ کہتا۔

"میں باپ بننے والا ہوں' امایہ....."

☆☆☆

کمرے میں ویسا ہی اندھیرا تھا' جیسا امایہ ان کی زندگیوں میں چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ اور امی کمرے میں بیٹھی تھیں اور باہر پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے شادی کے ایک ہفتے بعد جب بابا کو ہارٹ اٹیک آیا تھا اور کچھ دن بعد ان کی سرجری ہوئی تھی۔ اس کے بعد' کچھ عرصہ ان کی طبیعت ٹھیک رہی تھی۔ اتوار کو اچانک ان کو پھر سے ہارٹ اٹیک آیا اور وہ ہسپتال تک بھی نہ پہنچ پائے۔

ان کا رسم قل بھی ہو چکا تھا اور اکا دکا لوگ ان کی تعزیت کے لیے آتے تو تعزیت سے زیادہ ان کی نافرمان بیٹی کو قصوروار ٹھہرایا جاتا تھا۔ اس کا ذکر خوب ہوتا۔ امی خاموشی سے سنتی جاتیں اور کچھ نہ کہتیں۔ پھپھو رسم قل تک ان کے گھر ٹھہری رہیں تو اٹھتے بیٹھتے وہ امایہ کو بددعائیں دیتی رہیں۔

"ہائے، میرا بھائی کھا گئی ڈائن۔ امایہ تجھے کبھی کوئی خوشی راس نہ آئے۔ تڑپ تڑپ کر مرے تو۔"

ان کی بددعاؤں سے حبیبہ کے دل میں ہول سا اٹھتا لیکن کچھ کہتی نہیں تھیں۔ ابھی وہ دونوں بابا کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ بابا کا بیڈ ویسے ہی خالی تھا اور امی وہیں صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"مرنے سے پہلے تمہارے بابا نے مجھ سے پوچھا۔" امی کی خشک اور کھوکھلی آواز گونجی۔ "کہ کس حالت میں ہوگی میری بچی؟..... ان کو اپنی ساری بددعائیں' ساری خفگی بھول چکی تھی۔ اولاد کی محبت ہوتی ہی ایسی ہے۔ اور تب میں نے خود کو دنیا کا سب سے بدتر مجرم پایا تھا۔ کاش ہم اس کی سن لیتے' اس سے زبردستی نہ کرتے۔ پسند کی شادی کرنا تھی اس کو تو کرنے دیتے۔ لیکن یہاں کے معاشرے نے والدین کی انا کو اتنی اونچی دیوار بنا دیا ہے کہ اس کے پار اولاد کی خواہشیں بونی ہو جاتی ہیں۔"

"اس میں سب ہی برابر کے قصوروار بھی ہیں اور برابر کی سزا بھی ملی ہے سب کو۔" شفق سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

"تمہاری تائی آئی تھیں کہہ رہی تھی کہ وہ حمزہ کا رشتہ لینے جا رہے ہیں۔ ان کی تو قبر کی مٹی بھی ابھی تک گیلی ہے اور یہ لوگ شہنائیاں بجانے والے ہیں۔" امی بے بسی بھرے دکھ سے گویا ہوئیں۔ اتنی رو چکی آنکھوں سے پھر آنسو بہہ نکلے تھے۔ گلہ تو انہیں تائی سے نہیں تھا' تایا سے تھا..... جن کی دی گئی بیگم کو ڈھیل کتنے دل زخمی کر رہی تھی۔

"کرنے دیں امی۔" شفق اٹھی۔ "کیا فرق پڑتا ہے۔ میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر شفق کمرے سے باہر نکلی تو اندھیرے میں روشنی کی ایک لکیر فوراً سفر کر گئی۔ امی شفق کی پشت دیکھتی رہیں۔ کتنا مضبوط خود کو دکھانے لگی ہے۔ ایک دکھ بھری مسکراہٹ ان کے چہرے پر پھیل گئی۔

اور وہ صحیح تھیں، شفق جتنا خود کو مضبوط دکھا رہی تھی..... اس کے اندر خواہشوں اور خوشیوں کے اتنے ہی کھنڈرات تھے۔ کچن میں جاتے ہی وہ رو پڑی تھی۔ تائی نے ہمیشہ ان کو مورد الزام ٹھہرایا کہ ان کی وجہ سے ہی ان خوشیوں کو آگ لگی جن کے لیے انہوں نے برسوں انتظار کیا۔ تایا تو ہمیشہ سے ایسے تھے، بیوی کی ہر بات ماننے والے، ان کی ہر دلیل پر کبوتر بن کر آنکھیں بند کرنے والے.....

اور حمزہ..... اس سے شفق کو کوئی ناراضی نہیں تھی، وہ اپنی جگہ ٹھیک ہوگا شاید۔ اس کو بھی شفق سے محبت ہی نہ تھی، وہ تو بس اس کے نام سے جڑی وابستگی تھی، جس کو وہ محبت سمجھ بیٹھا تھا اور وہ بھی.....!

رات کو دادی اور امی کے کہنے پر وہ گھر آ گئی تھی، ورنہ اس کا ارادہ ابھی رکنے کا تھا۔ گھر آ کر نہ تائی نے کہا کہ رک جاتیں ابھی، نہ تایا نے..... وہ ڈنر کر چکے تھے، اس لیے وہ بھی اپنے کمرے چلی آئی تھی۔

اندر لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا سبکتگین اپنے آفس کا کوئی کام کر رہا تھا۔ وہ خاموش سی بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ اس کا اور سبکتگین کا تعلق ابھی تک ویسا ہی تھا۔ خاموش اور ان چھوا۔ سبکتگین نے کبھی اس کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا اور نہ ہی اپنی محبت کا ماتم کیا اس کے سامنے..... لیکن اس نے کبھی اس کے حق میں کچھ بولا بھی نہیں۔ باہر تائی کیا کیا کہتیں، وہ خاموشی سے سنتا اور کچھ نہ کہتا.....

ابھی کام کرتے ہوئے وہ مسلسل کھانس رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور اس کے لیے جوشاندہ بنا کر، اس کے لیپ ٹاپ کے ساتھ رکھا۔ کچھ دیر تک وہ کھانستا رہا اور کپ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا لیکن پھر اس نے کپ اٹھا لیا۔ جب اپنا کام ختم کر کے وہ اٹھا تو اس کا بدن سخت بخار کی زد میں تھا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا کہ شفق کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ٹکرایا اور اگلے ہی پل وہ جھٹکے سے اٹھی تھی۔ سبکتگین کا ہاتھ انگارہ تھا۔ اس کو سخت بخار تھا۔ وہ جلدی سے تولیہ گیلا کر کے لائی اور اس کے ماتھے پر رکھا۔ رات دیر تک وہ اس کے ماتھے پر گیلا تولیہ رکھتی رہی۔

☆☆☆

ارحم انتہائی خوش تھا اور وہ تھوڑا پاگل پن بھی دکھا رہا تھا یا وہ تھا ہی اس حد تک خوش..... اس کا بھرپور خیال رکھ رہا تھا۔ اس کی ہر خوشی کا، اس کے خوراک کا، اس کی صحت کا۔ شروع کے دنوں میں وہ کچھ بھی کھا کر الٹی کر دیتی تھی اور وہ اس کو بضد کھلاتا.....

"کھاؤ گی نہیں، تو کمزور پڑ جاؤ گی اور پھر بے بی کے صحت پر بھی اثر پڑے گا۔" وہ اس کی خوشی میں خوش تھی۔

وہ آفس جاتا تو اس سے پل پل کی خبر لیتا۔ اس نے کھانا کھایا؟ اس نے ایکسرسائز کی؟ اپنی دوائیاں لیں؟۔ یہ تو جیسے اس کا روٹین بن گیا۔

اس کو میسج کرتا۔

"لڑکی ہوئی تو اس کا نام زمر ہوگا۔ ویسے میری خواہش ہے کہ لڑکی ہو....."

وہ ہنستی۔ "اور لڑکا ہوا تو.....؟"

"اور کچھ نہیں..... میں تب بھی ایسے خوش ہوں گا۔"

"لگ تو نہیں رہا..... کیوں کہ تم نے اس کے لیے نام نہیں سوچا۔" ساتھ میں بہت سے منہ بنانے والے ایموجیز۔

"نہیں تو..... لڑکا ہوا تو اس کا نام ہوگا التمش....."

"مجھے ایسے پرانے نام نہیں پسند سولہویں صدی کے....." خفگی والے ایموجیز۔

"تو اس کا نام ہوگا پھر..... اورحان....."

ارحم کا بزنس ترقی کر رہا تھا۔ اچھے اچھے پروجیکٹ مل رہے تھے۔ لیکن یہ خوشی اس خوشی کے سامنے کچھ نہیں تھی۔ اس نے ایک میڈ رکھ لی، اگرچہ امایہ نہیں چاہتی تھی۔ میڈ کا کام گھر کی صفائی کرنا، اس کے ڈائٹ کی چیزیں وقت پر دینا اور اس کا خیال رکھنا۔ یوں سمجھو، اس نے پرانے زمانے کی ملکہ بنا دیا تھا

اس کو۔

وہ خوش تھی' اس نے محبت کے ساتھ دنیا کی ہر خوشی، ہر آسائش پائی۔ پھر اس کو ڈاکٹر نے جینڈر کا بھی بتا دیا تھا۔ بے بی بوائے۔

"تم ناخوش تو نہیں ہو؟" وہ اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کی رمق ڈھونڈ رہی تھی' جس کا شائبہ تک اس کے چہرے پر نہیں تھا۔

"میں دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہوں اب بھی....." اس نے امایہ کا ہاتھ چوما تھا۔ "تمہارے لیے۔"

ارحم نے معاً ایک ڈبا نکالا' جب اس نے کھولا تو اس میں ڈائمنڈ رنگ تھا۔ امایہ کا منہ حیرت سے کھلا کھلا رہ گیا۔

"تمہیں پسند آیا؟" وہ اس کے تاثرات دیکھ کر مسکرا کر اس سے استفسار کر رہا تھا۔

"آئی لوائٹ!"

رات انہوں نے ایک مہنگے ریستوران میں ڈنر کیا۔ پھر امایہ نے اصرار کیا کہ لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں لیکن ارحم نے اس کے صحت کے پیش نظر انکار کیا اور وہ گھر چلے آئے۔

اس خبر کے بعد' ارحم کی حالت ویسے ہی تھی۔ اس کو ڈھیر سارے میسجز کرنا' میڈ سے خبر لینا۔ اب تو وہ بچے کے لیے ابھی سے شاپنگ کر رہا تھا۔

"تم مجھے زیادہ چاہتے ہو یا اپنے بچے کو؟" اس کو ٹیبلٹ پر بچے کے لیے سوٹس اور ٹوائز دکھاتے ہوئے ارحم کے چہرے پر خوشی تھی۔ امایہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سے جذبے کی پرچھائی تھی۔

"یہ کیسا سوال ہے؟" وہ ہنوز ٹیبلٹ پر لگا ہوا تھا۔ "دونوں کی محبت کی نوعیت الگ الگ ہیں۔ دونوں کا کوئی کمپیریزن ہیں اور نہ اس کو ناپنے کا کوئی پیمانہ ہے۔"

"نہیں پھر بھی....." وہ اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔

"بتایا نا..... دونوں کے لیے محبت کی الگ ہے۔ یہ سوال ہی بیکار ہے۔" وہ ہنسا تھا۔

اس کے جواب پر وہ بھی ہنسی تھی۔

لیکن ان کی خوشی کا دورانیہ بس اتنا ہی تھا۔ وہ آفس میں تھا' جب اس کو میڈ کا فون آیا کہ امایہ سیڑھیوں سے گر گئی اور وہ اس کو ہسپتال لے آئی ہے۔ وہ جیسے ہی وہاں پہنچا' ڈاکٹر کی بات نے اس کے پاؤں تلے خوشی کی بچھی زمین کھینچی اور وہ دھڑام سے فرش پر بیٹھا تھا۔

"آئی ایم سوری' آپ کی وائف کا مس کیرج ہوا ہے۔"

☆☆☆

حمزہ کے لیے وشمہ کا رشتہ مانگا گیا تھا۔ پھپھو کو انکار کرنا ہی نہیں تھا۔ تائی نے منگنی کے بجائے ڈائریکٹ شادی کرنا تھی۔ دستور صاحب کے چالیسویں کے بعد انہوں نے تاریخ رکھی اور اور پھر امی کی عدت کے بعد' خوب دھوم دھام سے شادی کی۔ دادی تائی سے خفا تھیں' تائی نے حبیبہ کا بھی انتظار نہیں کیا کہ ابھی ابھی تو ان کی عدت ختم ہوئی۔ دادی تایا سے خوب لڑیں' جھگڑیں۔

"میاں! جورو کی غلامی میں اتنے آگے نکل آئے' یہ بھی نا سوچا کہ تمہارے بھائی کی بیوہ کی ابھی ابھی عدت ختم ہوئی ہے۔ اس نافرمان کی سزا انہیں کیوں دے رہے ہو۔ لئے تو یہ بھی ہیں۔ تھوڑا صبر کر لیتے' اتنی بھی کیا جلدی تھی۔"

"اماں..... بس کریں' آپ تو ہماری خوشیوں کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ پہلے وہ سر تھوپی آپ نے ہمارے' پھر اس کی بہن۔ میں تو کبھی بھی نہ کرتی دستور کی بیٹیوں سے رشتے۔ بس باپ کی خواہش کا خیال رکھنا تھا انہیں' میں بھی چپ رہی۔ سبکتگین کی شادی میں تو ہم نے ولیمہ بھی کینسل کیا اور سادگی سے شادی رچائی لیکن اس بار تو میں نہیں رکنے والی۔ عدت تک انتظار کیا' بس یہیں تک میری شرافت تھی۔ آگے سو باتیں ہوں تو بھی میں بری ہی سہی۔" تائی ہمیشہ سے تایا کے جواب میں بولتیں اور تایا چپ

رہتے۔

''تو ٹھیک ہے' میں بھی نہیں آتی شادی میں۔ کرلو میرے بنا۔'' دادی فوراً اٹھی تھیں' ان کے پیچھے سبکتگین اور تایا اٹھے تھے۔ ''اے میاں' یہ ہمدردیاں رہنے دو۔ بیٹھے رہو بیوی کے پلو سے چپکے۔ اور تم راجا' مجھے گھر چھوڑ آؤ۔'' انہیں تایا کا یوں اٹھنا ایک آنکھ نہ بھایا اور سبکتگین کو اشارہ کرکے بلایا۔

تایا نے خوب منتیں کیں لیکن دادی کی ضد بڑی پکی تھیں۔ ایک بات نہ مانی۔ اس دوران شادی بھی ہوگئی اور ان کے گھر وشمہ بھی آگئی۔

وشمہ کے سارے ارمان پورے کیے گئے۔ کپڑوں سے لے کر' کمرے کے ہر ایک فرنیچر تک۔ اس سے پوچھا گیا اور اس کی پسند کی چیزیں لائی گئیں۔ نئی نویلی دلہن تھی' خوب سجتی۔ کچھ تو خدا کا دیا حسن تھا اور کچھ سنگار کے رموز اوقاف سے واقفیت..... سنگار کرتی تو حمزہ کیا ساس تک تعریفیں کرتے نہ تھکتیں۔

سچ کہتے ہیں مرد کی محبت اس مجبور قرض دار کی سی ہوتی ہے جسے جس نے بھی قرض دیا' اس نے لگے ہاتھوں لے لیا..... اور پھر قرض دینے والا ایسا ہو وشمہ جیسا تو کئی حمزہ بنا مجبوری کے بھی مقروض ہو جائیں۔

گھر میں اب دو بہوئیں تھیں۔ لوگوں کے لیے تو بڑی اور چھوٹی لیکن تائی کے لیے ان چاہی اور من چاہی۔ ان کی چہیتی بہو جتنے رنگ منہ پر ملے تھے' اس سے کئی زیادہ رنگ وہ بدلنے والی تھی کیونکہ وہ تھی ہی اتنی شاطر۔ حمزہ کی شادی کو ایک مہینہ ہو چکا تھا اور ابھی تک وشمہ نئی نویلی دلہن ہی تھی۔ نہ کھیر میں ہاتھ ڈالا' نہ کچن میں جھانکا بھی۔ بس سجتی اور میاں کے آتے ہی کمرے میں گھس جاتی۔

جس گھر پر دونوں بہنوں نے مل کر راج کرنا تھا' آج اس گھر میں ایک بہن کی کسی نوکر سے بھی کم وقعت تھی۔

شفق سارے گھر کے کام کرتی۔ سبکتگین کا رویہ البتہ اس کے ساتھ اچھا ہونے لگا تھا۔ اس دن کے بعد' وہ اکثر اس سے بات کرلیا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ ہی سہی' لیکن وہ اس رشتے کو قبول کرنے لگا تھا۔ اس دن وہ کچن میں تھی حمزہ کے دوستوں کے دعوت کے لیے کھانا پکا رہی تھی کہ ایسے میں سبکتگین آیا۔

''مہمان آئے ہیں؟'' وہ کچن میں فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پی رہا تھا۔

''جی..... حمزہ کے دوست آئے ہیں۔''

''تو تم اکیلی لگی ہو کچن میں؟'' پانی پیتا وہ رک گیا۔ اس کی ابرو ترچھی ہو کر اوپر پیشانی پر چند باریک شکنیں بنا گئی۔

''تائی تو دوائیاں لے کر سو رہی ہیں اور وشمہ ابھی میکے گئی ہے۔''

''ابھی کیوں؟ اس کو حمزہ نے نہیں بتایا؟''

''شاید بتایا ہو۔'' وہ ہنوز اپنے کام میں لگی رہی۔ اس کو اچھا لگا تھا' اس کا پوچھنا..... وہ ''ہمم'' کرکے چلا گیا۔

رات کو جب وشمہ آئی اور وہ لوگ لاؤنج میں بیٹھے تو اس نے سبکتگین کو کہتے سنا تھا۔

''آج سے میری بیوی گھر کے کام نہیں کرے گی۔ جس کے یار دوست آئیں گے' انہیں احساس ہونا چاہیے کہ ان کے لیے دعوت کی تیاری کس کا کام ہے؟''

وہ صاف وشمہ اور تائی کو سنا رہا تھا۔ تائی باقی لوگوں کے لیے جیسی بھی تھیں' سبکتگین کی بارعب شخصیت کے آگے بولتی نہیں تھیں۔ اس لیے انہوں نے وشمہ کی سائیڈ نہیں لی تھی۔

☆☆☆

ارحم نادم سی اپنی صفائیاں دیتی' میڈ پر برس رہا تھا۔ اس کی آنکھوں غصے دکھ سے سرخ تھیں اور کنپٹی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ امایہ نے بتایا تھا کہ میڈ نے اس کے سر میں تیل لگایا اور پھر تیل سیڑھیوں میں گرا دیا تھا۔ یہ اس نے جان بوجھ کر کیا ہوگا۔ امایہ سب کچھ بتا کر رونے لگی۔ ارحم اپنا دکھ بھول کر' اس کو سنبھالنے لگا تھا۔

"اللہ کی قسم! میں نے تیل نہیں گرایا تھا' میں تو بوتل وہیں رکھ کر آئی..... بی بی کے سامنے....." میڈ قسمیں کھاتی رہی' لیکن ارحم نے یقین نہیں کیا۔ اس کی تنخواہ دے کر فارغ کرنا چاہا۔ میڈ نے لینے سے انکار کر دیا۔

"اتنا گرا ہوا ضمیر بھی نہیں ہے میرا صاحب۔ کہ ایک معصوم کی جان لینے کی تہمت لگا کر میں اسی معصوم کا خون بہا لوں؟" اتنا کہہ کر وہ اپنا سامان سمیٹ چلی گئی۔

اس کے بعد امایہ جیسے ڈیپریشن میں چلی گئی۔ ارحم اس کا خوب خیال رکھنے لگا۔ اندر ہی اندر وہ بدل چکا تھا۔ اس دن ارحم آفس سے آیا تو وہ سو رہی تھی۔ ارحم نے مسکرا کر اس کے لیے کینڈل لائٹ ڈنر کا ارادہ کیا۔ جب وہ اٹھی تو کمرے میں اندھیرا تھا اور وہ حیران سی اٹھی تو ڈائننگ ٹیبل پر کینڈلز جل رہی تھیں۔

"سرپرائز!" اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے ارحم نے کہا تھا۔

وہ خوشی سے کھل گئی' پھر اس کا چہرہ اتر گیا۔ "میں نے اس پرانے ارحم کو بہت مس کیا' ارحم!"

"میں تو نہیں بدلا کبھی بھی..... بس ایک نئے احساس' ایک نئے پہچان کی ایکسائٹمنٹ تھی..... مجھے لگا تھا کہ جیسے میں مکمل ہونے لگا ہوں۔ مجھے بچے بہت پسند ہیں اور پھر وہ اپنی اولاد ہو تو....." وہ اداس سا ہو گیا۔

"آئی ایم سوری ارحم!"

"ڈونٹ بی..... تمہارا بھی لوس ہوا ہے' امایہ! بلکہ سب سے زیادہ تو تمہارا ہوا ہے....." اس نے امایہ کا ہاتھ پکڑا اور محبت سے دبایا۔

وہ محبت سے اس کو یک ٹک دیکھتی رہی۔ اس نے واقعی میں' اس پرانے ارحم..... بہت مس کیا تھا۔ وہ ہنستا مسکراتا باتیں کر رہا تھا اور وہ اس کو محبت سے دیکھتی جا رہی تھی۔ بالکل یک ٹک' کسی مجنوں کی طرح۔

☆☆☆

اس دن کے بعد تائی نے شفق اور وشمہ کے درمیان گھر کے کام بانٹ دیے تھے۔ شفق کو سبکتگین کا اس کے لیے بولنا اچھا لگا تھا۔ لیکن شفق کی قسمت اچھی نہیں تھی شاید' کیونکہ اس دن پھپھو وشمہ کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں۔ آتے وقت ان کے ہاتھ میں مٹھائیوں کے ڈبے تھے۔ وشمہ ماں بننے والی تھی۔

"ڈاکٹر نے آرام کی خوب تاکید کی ہے وشمہ کو رعنا' وہ کہہ رہی تھیں کہ کافی کمزور ہے بچی۔ یہ پہلے چار ماہ بہت اہم ہوتے ہیں۔ خوب کھاؤ' پیو اور آرام کرو۔ اور ویسے بھی رعنا تمہارے گھر میں کون سی بڑی آبادی ہے۔ تین مرد اور تم۔ وشمہ کی شادی سے پہلے بھی تو شفق کام کر لیا کرتی تھی ناں۔ بس ایک میری بچی کا اضافہ ہے۔" پھپھو ایسے میٹھے انداز میں بول رہی تھیں کہ چائے لاتی شفق کو جبراً مسکرانا پڑا۔

"رعنا! اس کو بھی کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھاؤ ناں..... اتنا عرصہ ہو گیا ہے۔" چائے ڈالتی شفق کا ہاتھ کانپا تھا اور تائی کے چہرے ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی..... شفق نے وہاں سے غائب ہونا غنیمت جانا تھا۔

پھر وہ ہر اس جگہ سے غائب ہو جاتی تھی۔ جہاں وشمہ اور اس کے گرد اس کی لاڈ اٹھانے والے ہوتے۔ وشمہ ہمدردی' جتانے' کے لیے اس کے ساتھ تھوڑے بہت چھوٹے موٹے کام کر لیا کرتی تھی۔ اس کے کچن جاتے ہی تائی شفق کو سنانے لگتیں۔ وہ وشمہ کو منع کرتیں۔ اور یہی وشمہ چاہتی تھی۔

سارا دن وہ واشنگ مشین لگائے ہوئے تھی۔ رات کو جانے کون سا پہر تھا کہ بخار کی تپش میں وہ۔ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی سبکتگین صوفے پر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ اس نے کتاب بند کی اور اس کے قریب جا کر اس کے ماتھے پر جھجکتے ہوئے ہاتھ رکھا اور اس کو فوراً ہاتھ ہٹانا پڑا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ اتنے عرصے بعد اس کو اپنے تعلق کا احساس ہوا

۔ساری رات وہ اس کے سرہانے بیٹھا رہا اور اس کے ماتھے پر گیلا تولیہ رکھتا رہا.....

اس ایک لمس نے سبکتگین کو بدل دیا تھا۔

☆☆☆

امایہ نوٹ کرنے لگی تھی کہ ارحم کا رویہ بدل گیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ہنستا مسکراتا تھا اور اس کا خیال بھی رکھ رہا تھا لیکن وہ امایہ کی طرح ابھی تک اس بے بی کا دکھ نہیں بھول پایا تھا۔ ساری رات وہ سوچتی رہی یا وہ کچھ زیادہ ہی سوچنے لگی تھی..... کبھی کبھی وہ رو پڑتی اور ارحم اپنا سب کچھ بھول کر اس کو سہلاتا اور پھر اگلے دن اس کو چھٹی کرنا پڑ جاتی۔ وہ آفس نہ جاتا..... اس کے ساتھ سارا دن گزارتا' وہ لوگ رات کو ڈنر کرتے کسی مہنگے ریستوران میں یا پھر رات بھر نیٹ فلیکس دیکھتے.....!

یہ بہار کے اوائل کے دن تھے۔ امایہ ایک بار پھر سے ماں بن گئی تھی اور یہ خوش خبری اتنی جلدی ملی تھی کہ ارحم کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ وہ خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔

"اس بار ہم اپنے بے بی کا بہت خیال رکھیں گے..... میں تمہیں پلکوں پر بٹھاؤں گا' تمہارے پیر زمین پر نہیں پڑیں گے امایہ!" وہ خوشی سے گول گول گھوم کر اس کے قریب آ بیٹھا تھا۔

"میرا خیال رکھو گے..... یا صرف اپنے بچے کا....."

"ہمارے بچے کا امایہ!" اس کو امایہ کا سوال برا لگا تھا' اس لیے اس نے فوراً تصحیح کی تھی۔

امایہ فوراً منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی تھی۔

"اس بار میں ایک ایجوکیٹڈ میڈ رکھوں گا۔ جو تمہارا ہر طرح کا خیال رکھے۔"

"تم مجھے ایک بار پھر سے قید کرنا چاہ رہے ہو' ارحم!"

"نہیں..... امایہ..... یہ سب ہمارے لیے تو ہے۔ میری اولین خواہشوں میں سے ایک ہے' ایک پیاری سی چھوٹی فیملی....."

امایہ نے اس کے ہاتھ کو محبت سے دبایا۔ "کچھ نہیں ہوگا تمہارے بچے کو....."

"ہمارے بچے کو امایہ!" اس نے ایک بار پھر سے تصحیح کی تھی۔

"ہمارے بچے کو....." اس نے ہنس کر اپنی غلطی سدھاری تھی۔

☆☆☆

ان کا رشتہ رفتہ رفتہ بدلنے لگا تھا۔ سبکتگین اس کا خیال رکھنے لگا اور یہ خیال وہ بنا ظاہر کیے رکھتا تھا۔ شام کو وہ جب آتا تو اس کے ساتھ کچن میں کھڑے ہو کر باتیں کرتا۔ یا پھر وہ رات کو اس کو چائے بنانے کا کہتا اور پھر اس کے ساتھ کچن میں جا کر چائے بناتا اور دونوں ٹیرس پر بیٹھ کر چائے پیتے۔

سبکتگین نے بلا آخر اس کو بیوی کا درجہ دے دیا تھا..... صرف نکاح کے دو بول کے حد تک نہیں..... اس نے دل سے اس کو بیوی مان لیا تھا..... یا پھر شاید اس کے دل کے کسی کونے میں اس کے لیے کوئی احساس جاگا تھا۔

"تمہیں باہر جانا ہے کہیں؟" چائے پیتے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"کہاں؟" وہ ناسمجھی سے پوچھ رہی تھی۔

"کہیں....." وہ شاید جھجک رہا تھا۔ "ڈنر کرنے؟"

"شیور۔" اس نے نارمل لہجے میں کہا تھا۔

وہاں سے کپ اٹھا کر جب وہ کچن رکھنے گئی تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی..... اس نے صبر سے اپنا رشتہ سنوار لیا تھا' وہ خوش تھی۔ اگلے دن اگرچہ وہ ڈنر پر نہ جا پائے کیونکہ صبح وشمہ کو ہسپتال لے جایا گیا اور شام کو گھر میں خوشی کی خبر آئی تھی کہ وشمہ کو بیٹا ہوا تھا۔

دادی اور امی بھی مبارک باد دینے کے لیے آئیں۔ اگرچہ وہ دونوں بہت کم آتی تھیں ان کے پورشن۔ وشمہ کے ہاتھ سے وہ ننھا وجود لیتے ہی اسے عجیب سا احساس ہوا۔ وہ بچے کو وشمہ کو پکڑا کر واپس چلی آئی۔

پھر اس بچے کی موجودگی اس کے اندر ممتا کی تڑپ جگانے لگی اور پھر پہلی بار وہ امی کے کہنے پر ان کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ اس کو کسی دوا کی ضرورت نہیں تھی' بس دعا چاہیے تھی کیونکہ وہ بالکل نارمل تھی..... وہ اپنے شوہر کا بھی چیک اپ کرالے تو بہتر ہوگا۔

شفق ڈر گئی' وہ سبکتگین سے ایسی بات تو ہرگز نہیں کہہ سکتی تھی..... قطعاً نہیں۔

"تم کہہ دو شفق بیٹا! اب اتنے عرصے بعد تم دونوں کا رشتہ سنور چکا ہے..... بچے کی آمد سے مزید مضبوط ہو جائے گا۔"

امی اس کو سمجھاتیں لیکن وہ سر نفی میں ہلاتی۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی ہمت ہی نہیں تھی۔

وقت ایسے تیزی سے گزرنے لگا تھا کہ ہر روز وہ ہمت کرتی لیکن پھر ہمت جواب دے جاتی۔ ایسے میں چار ماہ گزر گئے۔ حمزہ کو یوکے میں ایک اچھی جاب ملی تو وہ وشمہ کے ساتھ یوکے شفٹ ہو گیا۔ اس دوران تائی کو دو بار ہارٹ اٹیک آیا تو اس نے یہ خیال بھی دل سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ وہ تائی کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی۔

"شفق بیٹا! مجھے معاف کر دو۔" تائی رنجیدہ ہو کر خدمت کرتی شفق کے سامنے ہاتھ جوڑتیں۔ "میں نے تم سے بے جا میں اتنی نفرت کی اور تم پر اتنا ظلم کیا تمہیں اور تمہاری امی کی اتنی دل آزاری کی..... اب بستر مرگ پر احساس ہو رہا ہے..... کاش پہلے ہو جاتا احساس۔

تائی' پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔ میرے دل میں کسی کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اب جب زندگی اپنے ڈگر پر چل پڑی ہے تو خدارا برے وقتوں کی معافیاں تلافیوں میں اس کی یادیں مت تازہ کیجیے۔" وہ ان بندھے ہاتھ ہٹا دیتی۔ "سارا قصور ہی حالات کا تھا۔

تائی پھر بھی شرمندہ ہو جاتیں۔ جس من چاہی بہو کو اتنی چاہ سے بیاہ کر لائی تھی وہ بھولے سے ان کو فون کال بھی نہ کرتی۔ حمزہ بھی مہینے میں ایک بار کال کرتا "امی پیسے بھیج دیے ہیں۔" صرف یہ کہنے کے لیے۔ تائی کو یہ بات بہت ہرٹ کرتی۔ وہ یوں کہتا کہ جیسے انہیں پیسوں کی ہی تو ضرورت تھی۔ سبکتگین نے تائی کی حالت دیکھتے ہوئے اس کو پیسے بھیجنے سے منع کر دیا اور اس نے کبھی دوبارہ ذکر تک نہ کیا۔ تائی پھر بھی پوتے کی صورت دیکھنے کے لیے ویڈیو کال کرتیں۔ پھر ایک دن انہوں نے سبکتگین سے کہہ ہی ڈالا جو اتنے عرصے سے شفق نہ کہہ پائی تھی۔

"بیٹا! تم دونوں کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھا..... اللہ تم دونوں کی گود بھی ہری کر دے تاکہ میں بھی سکون سے آنکھیں بند کر سکوں۔"

سبکتگین خاموش رہا۔ اگلے دن اس نے چھٹی کر لی تھی۔ واپسی پر دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ اچھی خوش حال سی زندگی میں ایک بار پھر سے اماوس کی رات آ گئی۔

ڈاکٹر نے صحیح کہا تھا' اس کو دوا کی ضرورت نہیں تھی اور اب تو دعا کی بھی نہیں۔ سبکتگین باپ نہیں بن سکتا تھا۔

☆☆☆

ہسپتال کا فرش جتنا سرد تھا' اس سے کئی زیادہ اس کا وجود تھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پھر ایسے میں ڈاکٹر نے اس کے بانہوں میں ایک ننھا وجود رکھا اور اس کے کانپتے وجود کو معاً ایسا سکون میسر ہوا کہ وہ اس کا دل کیا کہ وہ اس ننھے وجود کو یوں ہی بھینچے رکھے..... اور اس کو اپنے بانہوں سے اتارے ہی نہیں.....

ارحم کی بیٹی..... زمرا رحم.....

اس بچی کی پیدائش بھی بہت مشکل مرحلوں سے گزری تھی۔ ایک دفعہ امایہ کا مس کیرج ہوتے ہوتے بچا تھا۔ ڈاکٹر نے بچے کی صحت اور بیوی کا خیال رکھنے کی خوب تاکید کی تھی۔

اس نے امی کے نمبر پر میسج کیا تھا۔ "ماما! آپ کو پوتی ہوئی ہے۔"

لیکن اس کو پتا تھا کہ ماما کی طرف سے کوئی جواب نہیں آئے گا۔ امی اپنی عزت نفس پر کوئی سمجھوتا نہیں کرتی تھیں۔ اس نے بچی کو واپس نرس کو تھما دی تھی۔

جب امایہ کو ڈسچارج کیا گیا تو اس کی ڈاکٹر نے اس کو بتایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کا خیال رکھے۔ اشارے کنایے سے کیا کہنا چاہ رہی تھی' اس نے دھیان نہیں دیا تھا۔ اس کے پاؤں تھے کہ زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ ایک وجود اس کی پوری کی پوری زندگی بدل چکا تھا۔

وہ گھنٹوں اس کو اٹھائے بیٹھا رہتا۔ اس کے دیکھتا' اس سے باتیں کرتا..... کھلکھلاتا جاتا.....

"کتنی پیاری ہے ناں..... بالکل تمہاری جیسی ....." وہ اس کو تکتے ہوئے بول رہا تھا۔

"تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو..... مجھ سے زیادہ؟" وہ باپ بیٹی کی محبت کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ اس کا انداز عجیب چبھتا ہوا تھا۔

"پھر وہی سوال.....؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"بولو ناں؟"

"میرا جواب وہی ہوگا امایہ۔" زمر کا ماتھا چومتے ہوئے اس نے کہا۔

امایہ خاموش ہوگئی۔ ایسے میں زمر رونے لگی تو اس نے امایہ کو تھما دی اور خود باہر چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو وہ اسی طرح رو رہی تھی۔ وہ متوحش ہو کر اس کو اٹھا کر پوچھنے لگا۔

"یہ کیوں رو رہی ہے، تم نے اس کو فیڈ نہیں کیا؟"

"کیا ہے..... لیکن یہ پھر بھی رو رہی ہے....."

وہ اس کو کندھے پر ڈال کر سہلا رہا تھا لیکن اس کے رونے میں کمی ہی نہیں آرہی تھی۔ جب روتے روتے اس کا رنگ بدلنے لگا تھا۔ اس کو جلدی ڈاکٹر کے پاس جانا پڑ گیا تھا۔

"یہ کئی گھنٹوں کی بھوکی ہے..... آپ لوگ اس کو فیڈ نہیں کر رہے تھے کیا؟" ڈاکٹر کا لہجہ سخت تھا۔ امایہ ڈاکٹر سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ یک ٹک امایہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے جھوٹ بولا تھا' اس نے بچی کو فیڈ نہیں کیا تھا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتی ہوں' امایہ..... تم ایک ماہ کی بچی کو....."

ان کے درمیان ہونے والا پہلا جھگڑا ہی اس کی بیٹی کی وجہ سے ہو رہا تھا' جس کو آئے ایک ماہ بھی نہیں ہو چکا تھا۔ وہ یک ٹک ارحم کا چہرہ دیکھ رہی تھی' جو یوں سرخ ہو گیا تھا اگر جھولے میں اس کی بیٹی نہ سو رہی ہو تو وہ خوب چیختا چلاتا۔

"میں نے اس کو فیڈ کیا تھا۔" وہ سختی سے بولی اور پھر اٹھی اور باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ارحم تھوڑا نرم پڑ گیا' شاید وہ کچھ زیادہ بول گیا تھا۔ وہ زمر کے ساتھ کچھ دیر بیٹھا رہا اور پھر باہر چلا گیا ..... امایہ کو منانے.....

"امایہ..... لک' تم....." اس کے ساتھ بیٹھ کر' جیسے ہی اس نے کہنا شروع کیا۔ امایہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر اندر چلی گئی۔ وہ روٹھ چکی تھی اور اس کو منانا بہت مشکل تھا۔

رات کو وہ اس کے فیورٹ ہوٹل سے چائنیز فورڈ کر لایا تھا لیکن اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

"آئی ایم سوری امایہ..... پلیز' بات کرو مجھ سے....." وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر منت کر رہا تھا۔

"تم کبھی مجھ پر نہیں چلائے اور اب اس بچی کے لیے' جس کو ابھی بولنا بھی نہیں آتا..... اس کے لیے تم مجھ پر اتنا چلائے....." وہ مڑ کر' سخت لہجے میں اور سپاٹ چہرے کے ساتھ اس کو کہہ رہی تھی۔

"لیکن وہ اتنے ٹائم کے لیے بھوکی تھی..... اور ڈاکٹر....."

"تمہیں ڈاکٹر اور اس بچی کا یقین ہے اور میرا نہیں.....؟" وہ دکھ سے اس سے پوچھ رہی تھی۔ جس شخص کے لیے وہ اتنی جنونی تھی' وہ اب اس کا یقین ہی نہیں کر رہا تھا۔

"کہا ناں آئی ایم سوری..... پلیز....." پھر

سے اس نے ہاتھ جوڑے۔

اس سے بات نہیں کی تھی امایہ نے کچھ دن لیکن وہ زمر کو فیڈ کروائی تھی اور باقی کے کام تو نینی آ کر کرتی تھیں۔ اس کا ڈائپر چینج کرنا' اس کی مالش کرنا۔

وہ زبردستی اس سے بات کرتا' اس کی پسند کے چیزیں لاتا لیکن وہ مٹیر بلسٹک (مادیت پرست) نہیں تھی۔ اس کو ارحم کی چاہت سے سروکار تھا اور کچھ نہیں۔ ارحم اس کو ٹائم دیتا تھا لیکن وہ ابھی تک روٹھی ہوئی تھی۔

''تمہیں کس طرح مناؤں' بس اتنا بتا دو۔'' وہ کان پکڑے' اٹھک بیٹھک کر رہا تھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے انداز پر ہنسی تھی۔

''بس ایک کینڈل لائٹ ڈنر اور مووی نائٹ۔'' اس نے بالآخر اپنی پیشکش بتا ہی دی تھی۔

شام کو وہ جلدی آیا اور نینی بھی زمر کو سلا کر چھٹی کر چکی تھی۔ اس نے خوب اہتمام کیا۔ اس نے بہت عرصے بعد بلیک سلک کی ستاروں سے سجی ساڑھی پہنی' مسحور کن ماحول تھا' وہ سیڑھیوں سے اتر رہی تھی اور نیچے سیڑھیوں کے قریب وہ اس کے لیے کھڑا تھا۔

جیسے ہی اتری' اس نے ہاتھ تھاما اور اس کو اپنی نشست تک لے گیا

''یو آنر!'' کورنش بجا کر' اس نے کرسی پر بٹھایا اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ''آج آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' وہ محبت بھری نظروں سے دیکھتا اس کی تعریف کر رہا تھا۔

وہ یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی .....اس کی آنکھوں میں آج بھی ویسی ہی محبت کی شدت پسندی تھی۔ وہ مسکرائی تھی۔ بس آج ساری رات وہ ارحم کو سننا چاہتی تھی۔ اس کو یوں ہی تکتا۔

عین اسی وقت' اوپر سے زمر کی ریں ریں شروع ہوئی.....اگلے ہی پل ارحم کا سارا رومانس رفو چکر ہوا اور وہ فوراً اوپر بھاگا تھا..... کچھ دیر بعد وہ نیچے اترا تو اس کے ہاتھ میں زمر تھی اور نیچے امایہ ساری لائٹس جلا کر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی .....اس کا چہرہ از حد سپاٹ تھا۔

''یار! تم نے تو سارا ماحول خراب کر دیا۔'' وہ افسوس سے کہتا' زمر کو اپنے ریب رکھے جھولے میں ڈال کر' کرسی کھینچ کر بیٹھا تھا.....امایہ نے کچھ بھی نہیں کہا.....بس وہ چپ چاپ کھاتی رہی۔ ماحول اس نے خراب کیا؟ وہ طنزیہ ہنکارا بھرتی' سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

کچھ دنوں سے وہ بالکل خاموش تھی۔ اور اس کی خاموشی کو ارحم نے نوٹ نہیں کیا۔ وہ صبح زمر کے ساتھ کھیل کر جاتا اور شام کو آتے ہی وہ فوراً زمر کے ساتھ بیٹھتا اور دیر تک بیٹھا رہتا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے ہٹ جایا کرتی تھی۔

اس دن نینی تین دن کی چھٹیوں پر تھیں تو زمر کی طبیعت خراب ہوئی تو وہ بخار میں تپتی رہی' جب وہ آیا تو بخار میں تپتا دیکھ کر وہ فوراً ہسپتال لے کر گیا تھا۔ اس کو نمونیا ہو چکا تھا۔

''آپ اتنی چھوٹی بچی کے ساتھ کیسے لاپروائی کر سکتے ہیں؟'' ڈاکٹر پوچھ رہی تھی۔

گھر آ کر وہ امایہ کی لاپروائی پر خوب برہم تھا۔ اتنا کہ بس مارنے کی کسر رہ گئی تھی۔ ان کے درمیان پھر وہی روٹھنے منانے کا سائیکل شروع ہوا تھا۔ امایہ نے بہت صفائیاں پیش کیں کہ اس کو نمونیا کسی اور چیز سے ہوا ہوگا' لیکن شاید ارحم کے لیے وہ وہی گڈریا بن چکی تھی اور وہ اس کے شیر آیا پر یقین کرنا چھوڑ چکا تھا۔ لیکن امایہ کے پاس ایک ہتھیار تو تھا ہی.....روٹھ جانا.....اور ارحم کے پاس بھی اس کا متبادل تھا.....اس منانا.....

''میری ٹیبلٹس ختم ہو چکی ہیں' کل لے آنا۔'' رات کو وہ سونے سے پہلے اس کو کہہ رہی تھی۔

''کون سی؟'' لیپ ٹاپ کھول کر کام کرتا وہ پوچھ رہا تھا۔

''وہاں دراز میں دیکھو' جو جو ختم ہو چکی ہیں .....وہ لے آنا۔'' وہ دراز کھول کر نکالنے لگا۔ سارے

ٹیبلیٹس ترتیب سے رکھ کر وہ آن لائن ان کو سرچ کرنے لگا۔ اسکرول کرتے کرتے وہ رکا اور لیپ ٹاپ کی نیلی روشنی میں اس کا نیلا پڑتا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

صبح وہ آفس جانے کے بجائے فارمیسی گیا۔ وہاں اس نے ایک ٹیبلٹ رکھی اور اس کے بارے میں پوچھا کہ یہ کس لیے استعمال ہوتی ہے۔؟ اس لڑکے نے جب تک اس کو پوری ڈسکرپشن نہیں بتائی' اس کا دل دھک دھک کرتا رہا تھا۔ جیسے ہی لڑکے کی بات مکمل ہوئی' اس نے گہری سانس لی۔ اس کے تاثرات بدلے نہیں تھے۔ اب وہ امایہ کی ڈاکٹر سے ملنے جا رہا تھا۔ یہی ٹیبلٹ اس نے کئی بار امایہ کو یوز کرتے دیکھا تھا۔

گھر آکر وہ فوراً اوپر گیا اس کا چہرہ سپاٹ چہرے بھینچے ہوئے اور کنپٹی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے والا منظر اس کے لیے اور بھی خطرناک تھا۔

''ام..... مم..... مایہ.....'' وہ جو زمر کے سامنے کبھی تیز آواز نہیں نکالتا تھا' آج بھی چیخ نہیں پڑا تھا۔ یا شاید اس کے منہ سے آواز نکلی ہی نہیں تھی۔

امایہ زمر کے عین اوپر جھکی' ہاتھ میں کشن لیے ..... شاید اس کو مارنا چاہتی تھی۔

ایک سنسناہٹ سی اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔

اس کی آواز پر وہ فوراً پلٹی۔ اس کے ہاتھ سے کشن گرا۔ اور وہ زمر کی طرف بھاگا تھا۔ وہ سانسیں لے رہی تھیں' وہ زندہ تھی۔ وہ مسکرا کر اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی' جو اس کو مار دینا چاہتی تھی.....

کون سا احساس تھا' کہ وہ شل کھڑا رہا اور آگے بڑھ بھی نہ سکا۔ وہ بے بسی کا احساس تھا' خوف تھا' کراہیت تھی..... اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور نہ ہی وہ اس احساس کو نام دے پا رہا تھا۔ یوں جیسے وہ ایک کابوس (بھیانک خواب) کے زیر اثر تھا۔

وہ زمر کو اٹھائے اس کو گلے سے لگائے رو رہا تھا' خوب اونچی آواز میں.....

اور امایہ بت بنی کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔ نہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی اور نہ ایک قدم آگے۔ وہ زمر کو کمرے میں سلا کر اس کے پاس آیا تھا۔ اب اس کے چہرے سے لگ رہا تھا' کہ اس کے اندر برداشت کی جوالا مکھی پھٹ چکی تھی۔ اس نے جینز کے پاکٹ سے وہ ٹیبلٹ نکال کر اس کے سامنے کی۔

''یہ کیوں لیتی تھیں تم؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

وہ خاموش رہی۔ معاً ایک زناٹے دار تھپڑ امایہ کے چہرے پر پڑا تھا۔ اس نے چہرے پر ہاتھ رکھا اور اس کو پلٹ کر دیکھا۔ ارحم نے پھر سے ایک اور تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا۔

''اتنے اشارے ملے مجھے لیکن پھر بھی میں بے وقوف بنا رہا۔ نسرین نے اتنی قسمیں کھائیں' لیکن میں نے اس کا یقین نہیں کیا۔ ڈاکٹر نے مجھے کئی بار بتانا چاہا' لیکن میں اندھا بہرہ ہو چکا تھا۔ کیوں.....؟'' وہ دھاڑا تھا۔ ''خدا تو چار ماہ بعد روح پھونکتا ہے..... تم نے موت بن کر اس کی روح کو چھینا' کیوں؟ وہ ہمارا بچہ تھا..... لڑکا تھا..... روح پھونکی جا چکی تھی اس میں..... پھر تمہیں سکون نہ مل سکا اور تم نے زمر کو بھی مارنا چاہا..... دوسری بار مس کیرج ہونا..... وہ اتفاق نہیں تھا!!''

ارحم کا چہرہ سرخ تھا اور اس کے گلے کی رگیں جیسے پھٹنے کو تھیں۔ آنکھوں سے آنسو بھی تواتر سے جاری تھے۔ آگے بڑھ کر اس نے امایہ کو گلے سے پکڑا اور اس کو دھکیلتا ریلنگ سے لگا کر نیچے جھکا کر کہنے لگا۔

''تم نے نینی کو چھٹی دی' تم نے.....'' رک کر تھوک نگلا۔ ''اور تم نے ہی زمر کو سردی میں رکھا اور اس کو نمونیا ہونے دیا..... یہ تم نے ہی کیا تھا..... اور اب..... اب..... یہ.....''

''میں..... ایکسپلین..... کر.....'' وہ کھانس

رہی تھی' اس کی آنکھوں میں خوف تھا اور ارحم کی آنکھوں میں جنون۔

''تم ایک سائیکو ہو۔'' وہ ہنوز اس کے گلے کو دبوچے ہوا تھا۔

امایہ کا چہرہ سرخ پڑنے لگا' آنکھیں ابلنے لگیں۔اس کی ساری مزاحمت ہیچ تھی اس کے سامنے۔اس نے سائیڈ پر ہاتھ مارا اور جو چیز بھی اس کے ہاتھ لگی' اس نے پوری قوت سے ارحم کے سر پر دے ماری۔اس کے گلے سے گرفت ڈھیلی پڑتے ہی وہ تیز تیز کھانسنے لگی۔

ارحم لڑکھڑایا تھا' لیکن جلد ہی سنبھل کر واپس اس کا گلا دبوچنے لگا ہی تھا کہ امایہ نے پوری قوت سے اس کو دھکا دیا تھا۔ارحم لڑکھڑایا اور ایک دھڑام سے وہ سیڑھیوں سے لڑکھڑاتا گرا اور اس کا سر پوری قوت سے ریلنگ سے جا ٹکرایا۔خون کا ایک دائرہ سا بننے لگا تھا۔

وہ چیخی تھی۔وہ اس کی جانب بھاگی۔ارحم کو گود میں اٹھا کر وہ دیوانہ وار اس کو پکار رہی تھی۔عین اسی وقت دروازہ کھلا اور سامنے نینی کھڑی تھیں۔

گود میں ارحم کا سر رکھے بیٹھی امایہ' نیچے فرش پر پھیلتا ہوا سرخ خون.....

وہ چیخ رہی تھی.....ہذیانی انداز میں.....!

اس سب کے پیچھے سارا قصور ''سرخ'' رنگ کا ہی تھا۔

سرخ.....جو اس کی محبت کا رنگ تھا' شدت کا' اس کی باغی محبت کا.....اسی رنگ سے اس کے ہاتھ رنگے تھے۔وہ پاگلوں کی طرح فرش پر سے خون سمیٹ رہی تھی۔اسی ''سرخ'' نے اس کی ساری زندگی تباہ کر دی تھی۔اسی محبت نے۔

اس کے رگوں میں بہتے خون کا رنگ بھی سرخ تھا اور اوپر اس کی بیٹی کی رگوں میں بہتے خون کا بھی۔اس کا خون پانی سے گاڑھا تھا کہ نہیں۔لیکن اس سب کے پیچھے اسی کے خون کے لوتھڑے سے بنا وہ وجود بھی تھا۔

اس کی بیٹی.....سرخ خون کے لوتھڑے سے بنی زمر.....

معاً نینی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئی تھیں۔کمرے میں بچی سو رہی تھی اور موبائل پر ایمرجنسی کے بعد پولیس کو کال جا رہی تھی۔

☆☆☆

''وفا کے ساتھ.....'' شفق نے آگے بڑھ کر' سبکتگین کا ہاتھ تھاما۔''وفا کے ساتھ نبھاؤں گی آگے کا بھی رشتہ۔آپ اگر چاہیں بچہ اڈاپٹ کرنا' تب بھی میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوں.....اور نہ کرنا بھی چاہیں تب بھی.....ہر راستے میں' میں آپ کا ساتھ دوں گی۔''

اداس بیٹھے سبکتگین کی نظریں سامنے بیٹھی شفق پر تھیں' اس کی آنکھوں میں یاسیت تھی اور شفق اس کو یقین دلا رہی تھی۔اس نے ہاتھ ہٹانا چاہا' جانے کیوں وہ کر نہ سکا۔

''اس میں تمہاری غلطی نہیں ہے.....پھر تم کیوں اتنی لمبی زندگی.....'' سبکتگین اس کو کہہ رہا تھا' اس کی آواز دھیمی تھی۔شفق نے پھر سے محبت سے اس کا ہاتھ دبایا۔

''اس میں آپ کی بھی غلطی نہیں ہے' سبکتگین! یہ اللہ کی تقسیم ہے اور ہمیں اللہ کی رضا میں راضی ہونا چاہیے.....اور لمبی زندگی میں آپ ساتھ ہوں گے تو مجھے کسی اور چیز کی کیا ضرورت.....'' وہ مسکرائی تھی' آنکھیں بھر آئیں۔اس کی دریا دلی پر سبکتگین کی بھی آنکھیں بھر آئی تھیں' اس نے آگے بڑھ کر شفق کے آنسو دونوں ہاتھوں سے پونچھے تھے۔

''میں نے بہت چاہا تھا امایہ کو۔اس یک طرفہ محبت نے دیمک کی طرح مجھے کھا لیا تھا۔اس نے میری محبت' میری عزت سب خاک میں ملا دی تھی۔لیکن شاید میں غلط تھا.....'' نم آنکھیں' نم لہجہ۔''وہ تو ایک نئی محبت کی شروعات تھی۔اور جو ہماری عزت کو جوتی کی نوک پر رکھ چلی تھی' سب سے زیادہ ذلت تو اسی کے حصے میں آئی تھی۔لوگوں کی زبانوں پر اسی کا

نام تھا۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہہ رہا تھا۔
"میں تمہارا مقروض ہوں شفق!"
شفق مسکرا پڑی تھی۔
سبکتگین نے پھر اس خواہش کا بھی اظہار نہیں کیا کہ وہ کوئی بچہ اڈاپٹ کرلے' اگرچہ وہ چاہتا تھا۔ رشتے محض خون سے نہیں بنتے' کچھ رشتے محبت سے بھی بنائے جاتے ہیں۔ سچ کہتے ہیں کہ چنے ہوئے رشتے' خون کے رشتوں سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی بچہ اڈاپٹ نہ کرنے کے پیچھے بس یہی وجہ تھی کہ بچے کو دیکھ کر شفق ہر وقت اس احساس کمتری کا شکار ہوگی کہ اس کے پاس ماں بننے کی نعمت تو تھی لیکن قسمت نہیں.....!

وقت بیتنے لگا' امی اور تائی نے بھی ان کے ساتھ اس پر سمجھوتا کرلیا۔ تائی کے کہنے پر انہوں نے حبیبہ اور دادی کو اپنے پورشن شفٹ کروالیا تھا اور ان کا پورشن کرایہ پر دے دیا' جس کا کرایہ حبیبہ کے ہاتھ میں ہی جاتا تھا۔ وقت اچھا خاصا گزر رہا تھا۔ اس دفعہ دشمن کو ٹوئسٹ ہوئے تھے۔

پھر یہ ایک بوجھل دن کی بات تھی کہ وہ کچن میں تھی اور امی دادی کو یخنی پلا رہی تھیں کہ ایسے میں ان کے لینڈ لائن پر کال آرہی تھی۔ پاس کھڑی امی نے ٹیلیفون اٹھایا تھا۔ معاً انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھا اور ٹیلیفون ان کے ہاتھ سے پھسل کر جھول سا گیا۔ شفق فوراً ان کے پاس بھاگی تھی۔

☆☆☆

اس کا انٹرویو سوشل میڈیا کے ہر پلیٹ فارم پر ٹرینڈ کر رہا تھا۔ ٹوئٹر پر وہ تین دن "ایول مدر" اور "سائیکو مدر" کے ہیش ٹیگ کے ساتھ ٹرینڈ کرتی رہیں۔ جلد ہی یہ ایک ہاٹ ٹاپک بن گیا۔ رات کو اس پر کافی ٹاک شوز ہوئے۔ ٹی وی چینلز نے بیبا بیگم سے انٹرویو بھی لینا چاہا' لیکن انہوں نے منع کردیا۔

اس کو چند ماہ تحویل میں رکھا گیا تھا' جہاں اس کی ذہنی حالت بگڑنے پر' عدالت کی طرف سے اس کو ذہنی طور پر غیر متوازن قرار دے کر اسائلم شفٹ کردیا تھا۔

ارحم کو ماں جا چکا تھا۔ کچھ ماہ بعد اس کو ہوش آیا تو اس نے اپنی ماں تک کو نہیں پہچانا' وہ اپنی یادداشت کھو چکا تھا۔ بیبا بیگم اس کو باہر ملک لے کر چلی گئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ یہاں رہ کر اس کو سب کچھ یاد آئے' اس کی یادداشت جا چکی تھی اور یہی غنیمت تھا۔ انہوں نے جانے سے پہلے' امایہ پر لگے چارجز معاف کردیے۔

اس کی بیٹی چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے پاس تھی۔ شفق اور حبیبہ بیگم اس سے ملنے گئی تھیں' لیکن اس کی ذہنی حالت ایسی تھی کہ ڈاکٹرز نے ان کو ملانے سے انکار کیا۔ حبیبہ بیگم کی حالت ابتر تھی' وہ مسلسل رو رہی تھیں۔

"آپ کہتے تھے ناں' کہ آپ میرے مقروض ہے' اب آپ میرا قرض اتار دیں..... امایہ کی بیٹی کو اڈاپٹ کرکے..... پلیز!" شفق روتے ہوئے سبکتگین سے التجا کر رہی تھی۔

اس کے لیے یہ فیصلہ مشکل نہیں تھا' اس نے اپنا قرض اتار دیا۔ محبت میں پرانی رنجشوں کو یاد کرکے' محبت کی زمین کو بنجر نہیں کرنا چاہیے۔ وہ امایہ کی بیٹی کو اڈاپٹ کرنے کے لیے راضی تھا۔

☆☆☆

"میرا نام امایہ دستور ہے۔ مجھے شاید اپنے نام کے ساتھ اپنے باپ کا نام استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کا نام تو مٹا چکی ہوں۔ میرے بابا انتہائی نرم خو تھے' پورے گھر میں' صرف ان سے پیار کرتی تھی میں۔

انہوں نے میرا رشتہ سبکتگین' میرا تایا زاد سے طے کیا۔ یہ دادا کی آخری خواہش تھی اور ابو نے اس خواہش کی پاسداری کی اور تایا کو زبان بھی دے دی .....اور میں جانتی تھی' ابو زبان کے کتنے پاس دار تھے۔

مجھے رومیو اور جولیٹ کی لو اسٹوری پسند تھی اور

اپنی زندگی میں ایسی ہی شدید محبت چاہتی تھی۔ سبکتگین میرا کزن تھا ایک عام لڑکا مجھے اس کی محبت میں وہ شدت نہیں نظر آئی تھی جو مجھے پسند تھی۔ اس لیے میں نے سبکتگین کو ہر جگہ بے عزت کرنا شروع کیا۔ میں چاہتی تھی کہ تائی یا سبکتگین خود ہی انکار کردے۔ اس سے شادی مجھے کرنی نہیں تھی یہ تو طے تھا۔ ایسے میں میری زندگی میں ارحم آگیا۔

ارحم بالکل ویسا ہی تھا جیسا میں چاہتی تھی۔

میں نکاح والے دن سے پہلے بھی بھاگ سکتی تھی لیکن ارحم میرے میسج کا جواب دے رہا تھا اور نہ ہی فون کال ریسیو کر رہا تھا۔ جیہ نے نکاح والے دن ہی مجھے ارحم کا پیغام دیا کہ وہ ملنے کے لیے تیار ہے۔

میری زندگی بالکل فیری ٹیل جیسی تھی۔ میں تھی، ارحم تھا اور ہمارے بیچ شدت کی محبت۔ میرا ہر ہر لمحہ محبت میں گزر رہا تھا اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ میری محبت کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میں اپنی دوست کو کہتی تھی کہ میں اپنی کہانی کا اینڈ خود لکھوں گی۔ لیکن کہانی میں ایک ایسا کردار ایڈ ہوا جس نے میرے لکھے اینڈ کو خراب کردیا اور وہ میری اولاد تھی۔

میں خوش تھی کیونکہ ارحم مجھے نوٹ کرچاہتا تھا۔ پھر ایسے میں، میری زندگی میں ایک نئے وجود کی آمد ہوئی۔ شروع شروع میں، میں خوش تھی کیونکہ ارحم بہت خوش تھا۔ اتنا کہ اس کی زندگی کا جیسے سارا محور اس بچے کے گرد محدود ہوگیا۔ اس کا کیا نام رکھنا ہے؟ اس کے لیے فیوچر پلاننگ۔ اٹھتے بیٹھتے اس کے لبوں پر اس بچے کا ذکر تھا، جو ابھی اس دنیا میں آیا ہی نہیں تھا۔ اس سب میں، میں کہیں پیچھے رہ گئی۔ مجھے ایسا لگنا شروع ہوا کہ جیسے میری ساری محبت اس بچے نے چھین لی۔ مجھے آہستہ آہستہ اس بچے سے نفرت ہونے لگی۔ پھر میں نے ارحم کی توجہ، اس کی ہمدردی اور محبت حاصل کرنے کے لیے وہ کیا، جس نے میری زندگی ہی بدل دی۔

میں نے سیڑھیوں پر تیل گرادیا اور پھر سارا الزام سیڈ پر لگا دیا۔ میں روتی تو ارحم گھنٹوں میرے ساتھ بیٹھا رہتا تھا۔ میں کامیاب ہوگئی..... وہ مجھے اسی طرح وقت دینے لگا جیسے وہ پہلے دیتا تھا۔ لیکن اندر ہی اندر وہ بدل چکا تھا۔ پہلی اولاد کا دکھ بھی پہلی محبت جیسا ہوتا ہے، اندر ہی اندر جڑیں پکڑ کر بیٹھا ہوتا ہے۔

پھر وقت گزرتا گیا۔ میں نے خود کو ایک اور بچے کے لیے تیار کیا۔ صرف اس کو خوش کرنے کے لیے۔

میں پھر پریگنینٹ ہوگئی، لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی۔ ایک بار پھر میری ساری محبت اس بچے نے چھین لی۔ مجھے سخت نفرت ہونے لگی۔ میں نے اس کو ضائع کرنا چاہا اور میں ناکام ہوگئی۔ پھر اس کی پیدائش کے بعد ارحم، وہ ارحم نہیں رہا۔ اس کے لبوں پر بس زمر کا ہی نام تھا۔ آفس سے آتا تو اسی کے ساتھ وقت گزارتا، آفس جاتا تب بھی..... اس پاس زمر کے لیے وقت ہی وقت تھا۔ مجھے زمر سے نفرت ہونے لگی..... لیکن یہ نفرت بھی عجیب تھی۔ جب جب وہ ارحم کے ساتھ ہوتی، یہ نفرت کسی گھات لگائے شکاری کی طرح مجھ پر آجھپٹتی..... اور جب ارحم نہ ہوتا، اس کا لمس..... اس کی موجودگی مجھے عجیب سا بنا دیتی..... میں عجیب ساز ہر تھی اور وہ عجیب سی تریاق.....

شاید میں اپنی محبت اور نفرت میں توازن قائم نہیں رکھ پا رہی تھی؟

اس رات کے بعد، میں نے اس کو جان بوجھ کر سردی میں چھوڑ دیا، اس کو نمونیا ہوگیا اور مجھے موقع مل گیا..... میں اس کو مار دیتی اور نمونیا کی وجہ سے کسی کو شک بھی نہ ہو پاتا۔ میں اس پر کشن رکھنے گئی۔ پھر میں رک گئی، میرا کشن والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ جانے وہ کیسا لمحہ تھا، کہ میری نفرت کہیں بگل مار کر جا چھپی..... وہ ہنس رہی تھی، اس کی آنکھیں بالکل میری جیسی تھیں..... اور ہونٹ ایسے کہ وہ ہنستی تو یوں لگتا کہ جیسے پنکھڑی کھل اٹھی ہو.....

میرا ہاتھ کانپ رہا تھا اور اسی وقت ایک دائرہ

بن گیا جس میں میرا باپ تھا' میری ماں..... میں اور زمر..... یہ شاید آگاہی کا لمحہ تھا یا اس اولاد کی محبت' جو میرے والدین کو کھا گئی..... اور اب وہ میری محبت پر ایسی قابض ہوگئی کہ مجھے خود سے نفرت ہونے لگی' میں اپنی اولاد کو کیسے مار سکتی تھی..... میں نے کشن پھینکنا چاہا اور اس کو اٹھا کر گلے سے لگانا چاہا..... میرا دل بھاری پڑ رہا تھا..... جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ آن گرا ہو.....

شاید میں فرعون تھی اور اب میں دریائے نیل میں اتر چکی تھی۔

اسی وقت ارحم دریائے نیل کا پانی بن گیا..... میں اپنا مقدمہ رکھ ہی نہ پائی اور ہاں شاید..... مجھے معافی ملنے کا کوئی حق ہی حاصل نہ تھا۔ میری سزا برحق تھی اور اٹل بھی..... جب ارحم میرا گلا پکڑ کر مجھے مار دینا چاہ رہا تھا' تو مجھے ارحم سے کیا گیا اپنا سوال یاد آیا..... ''تم مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہو یا اپنی اولاد سے.....''

اس کی آنکھوں میں میرا باپ آن سمایا اور مجھے اپنا جواب مل گیا۔

محبت اگر آگ کا دریا ہے تو اس دریا میں ڈوب مر دونوں جاتے ہیں..... عاشق بھی اور والدین بھی.....

فرق بس اتنا ہوتا ہے کہ والدین اس آگ کے دریا میں ڈوب تو جاتے ہیں لیکن اولاد کو اس آگ کی تپش بھی لگنے نہیں دیتے.....

دونوں محبت ہی تو ہیں!!!

اور میں محبت کے معاملے میں بہت بدقسمت ہوں۔ مجھ سے زیادہ محبت سنبھالی نہیں گئی..... اور یہی محبت میری تباہی تھی۔

ایک محبت' بھڑکتے شعلوں سی سرخ محبت اور ایک میرا اپنا خون..... سرخ خون.....

زندگی کی بس آخری خواہش یہی ہے کہ میرا کبھی میری بیٹی سے سامنا نہ ہو۔ میں نہیں چاہتی وہ اپنی ماں کو عبرت کی صورت دیکھے۔ اس کے لیے تکلیف دہ ہوگا شاید۔

مانتی ہوں بری ماں ہوں۔ لیکن ماں تو ہوں ناں۔

urdushehar.com

☆☆☆

لاہور کے فاؤنٹین ہاؤس میں سرما کی دوپہر وہ پر نیہواڑے بیٹھی تھی۔ وہ وومن بلاک میں کرسی پر بیٹھی' اون سے ٹوپی بنا رہی تھی۔ اس کی ذہنی حالت اب کافی بہتر تھی۔ وہ اچھے سے باتیں بھی کرلیا کرتی تھی۔ سارا دن وہ ٹوپیاں اور گرم سویٹر بنتی تھی۔

جب اس کو فاؤنٹین ہاؤس شفٹ کیا گیا تھا۔ تو شفق' حبیبہ اور سبکتگین اس سے ملنے آئے تھے۔ وہ ان کے عین سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ زرد چہرہ' یاسیت سے بھری آنکھیں اور گود میں رکھے ہاتھ کی انگلیوں کو اضطراب سے مروڑتا.....

''تم اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہو تو.....'' کافی دیر سے چھائی خاموشی کو شفق نے توڑا۔

''میں نہیں ملنا چاہتی۔'' اپنی انگلیوں کے پوروں پر نظریں جما کر اس نے کہا تھا۔ ''اس کو کبھی بھی میرا حوالہ مت دینا'۔ وہ تمہاری بیٹی ہے' شفق جیسی بنے گی وہ۔'' اس کا چہرہ سپاٹ تھا' لیکن آنکھیں پرنم..... اس کا نچلا ہونٹ لرز رہا تھا' اس نے نچلے لب کو کاٹا تھا۔

''امایہ! میری بچی..... میرے ساتھ چلو..... پلیز!'' حبیبہ روتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھیں۔

آنسو کی ایک لمبی لکیر اس کے چہرے پر بے آواز بہہ رہی تھی۔ خاموشی سے اس کا سر نفی میں ہلا تھا۔ اسی وقت اذان شروع ہوئی تو وہ اٹھی اور خاموشی سے ان سے دور چلتی چلی گئی۔

☆☆